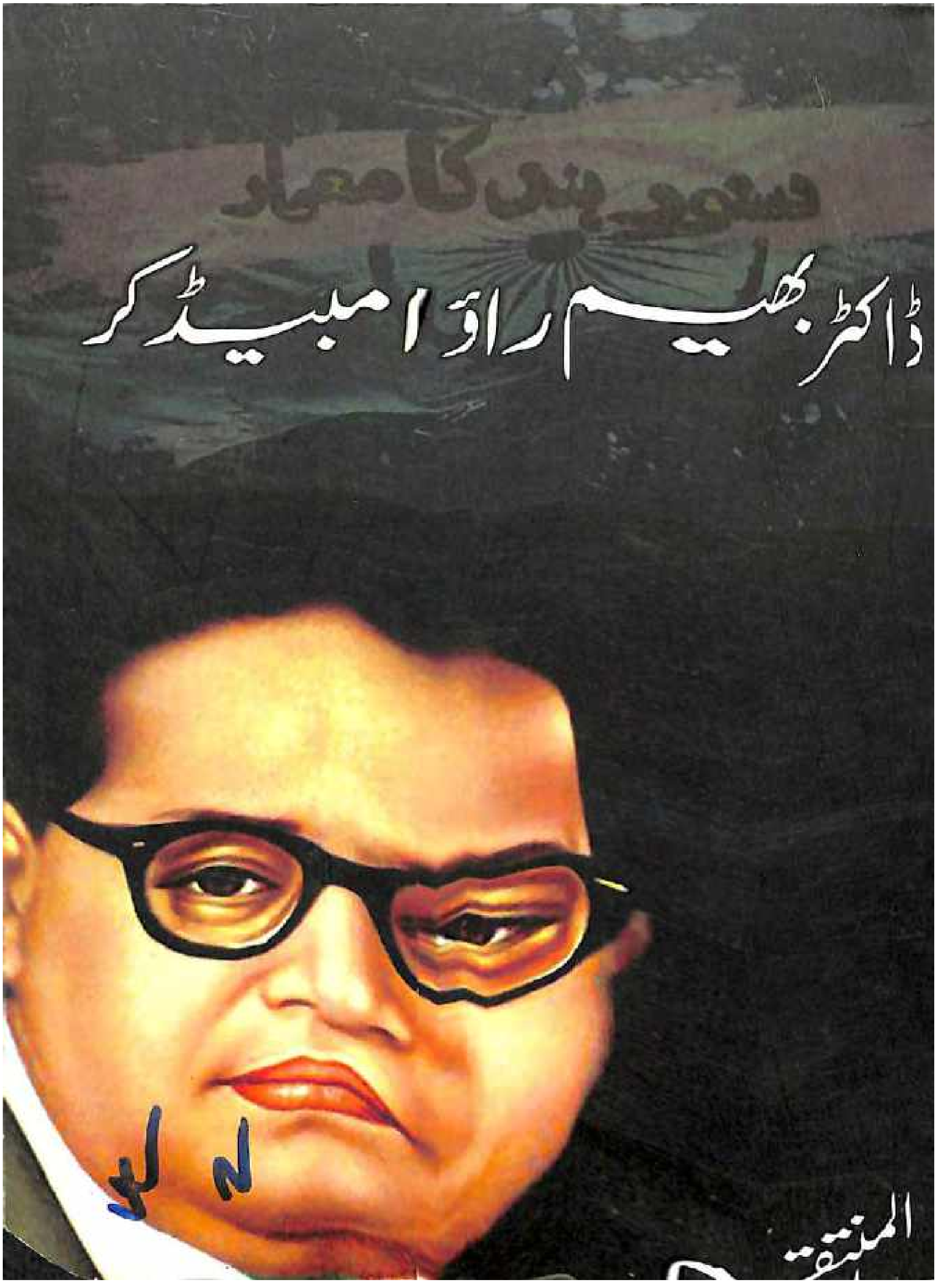
دستورِ ہند کا معمار
ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر

دستور ہند کا معمار
ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر

خواجہ عبدالمنتقم

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔ 110025

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی اشاعت	:	2016
تعداد	:	550
قیمت	:	-/70 روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	1923

Dastor-e-Hind Ka Memar Dr. Bhimrao Ambedkar
By: Khawaja Abdul Muntaqim

ISBN: 978-93-5160-164-7

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی 110025، فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099
شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8 آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی -110066
فون نمبر: 26109746، فیکس: 26108159 ای میل: ncpulsaleunit@gmail.com
ای۔میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in
طابع: لاہوتی پرنٹ ایڈز، جامع مسجد دہلی۔ 110006
اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے۔ ان دو خداداد صلاحیتوں نے انسان کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا درجہ دیا بلکہ اسے کائنات کے ان اسرار و رموز سے بھی آشنا کیا جو اسے ذہنی اور روحانی ترقی کی معراج تک لے جاسکتے تھے۔ حیات و کائنات کے مخفی عوامل سے آگہی کا نام ہی علم ہے۔ علم کی دو اساسی شاخیں ہیں باطنی علوم اور ظاہری علوم۔ باطنی علوم کا تعلق انسان کی داخلی دنیا اور اس دنیا کی تہذیب و تطہیر سے رہا ہے۔ مقدس پیغمبروں کے علاوہ، خدا رسیدہ بزرگوں، سچے صوفیوں اور سنتوں اور فکر رسا رکھنے والے شاعروں نے انسان کے باطن کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ سب اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ظاہری علوم کا تعلق انسان کی خارجی دنیا اور اس کی تشکیل و تعمیر سے ہے۔ تاریخ اور فلسفہ، سیاست اور اقتصاد، سماج اور سائنس وغیرہ علم کے ایسے ہی شعبے ہیں۔ علوم داخلی ہوں یا خارجی ان کے تحفظ و ترویج میں بنیادی کردار لفظ نے ادا کیا ہے۔ بولا ہوا لفظ ہو یا لکھا ہوا لفظ، ایک نسل سے دوسری نسل تک علم کی منتقلی کا سب سے موثر وسیلہ رہا ہے۔ لکھے ہوئے لفظ کی عمر بولے ہوئے لفظ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے

انسان نے تحریر کا فن ایجاد کیا اور جب آگے چل کر چھپائی کا فن ایجاد ہوا تو لفظ کی زندگی اور اس کے حلقۂ اثر میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

کتابیں لفظوں کا ذخیرہ ہیں اور اسی نسبت سے مختلف علوم و فنون کا سرچشمہ۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اردو میں اچھی کتابیں طبع کرنا اور انھیں کم سے کم قیمت پر علم و ادب کے شائقین تک پہنچانا ہے۔ اردو پورے ملک میں سمجھی جانے والی، بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی زبان ہے بلکہ اس کے سمجھنے، بولنے اور پڑھنے والے اب ساری دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ کونسل کی کوشش ہے کہ عوام اور خواص میں یکساں مقبول اس ہر دلعزیز زبان میں اچھی نصابی اور غیر نصابی کتابیں تیار کرائی جائیں اور انھیں بہتر سے بہتر انداز میں شائع کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کونسل نے مختلف النوع موضوعات پر طبع زاد کتابوں کے ساتھ ساتھ تنقیدیں اور دوسری زبانوں کی معیاری کتابوں کے تراجم کی اشاعت پر بھی پوری توجہ صرف کی ہے۔

یہ امر ہمارے لیے موجب اطمینان ہے کہ ترقی اردو بیورو نے اور اپنی تشکیل کے بعد قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے مختلف علوم و فنون کی جو کتابیں شائع کی ہیں، اردو قارئین نے ان کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔ کونسل نے ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو امید ہے کہ ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہل علم سے میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کر دی جائے۔

پروفیسر سید علی کریم
(ارتضیٰ کریم)
ڈائرکٹر

فہرست

حرف آغاز vii

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے قوم کے نام ترغیبی پیغامات ix

-1 ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کا سوانحی خاکہ 1

-2 ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر ایک عظیم شخصیت اور ایک باعظمت واضع قانون 9

-3 ڈاکٹر امبیڈکر سماجی جمہوریت اور انسانی حقوق کے زبردست حامی 23

-4 ڈاکٹر امبیڈکر اور درج فہرست ذاتوں و درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کو آئینی و قانونی تحفظ 37

-5 ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر حقوقِ خواتین کے حقیقی علمبردار 69

-6 درج فہرست ذاتوں وقبائل اور دیگر طبقات کے آئینی، قانونی وانسانی حقوق کے تحفظ سے متعلق ادارے 77

-7 ڈاکٹر امبیڈکر اور اقلیتوں کو قانونی تحفظ 91

-8 ہمارا آئین عدلیہ کی آزادی اور اعتماد عامہ کا ضامن 109

-9 درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ زیادتیاں مستوجب سزا 115

-10 میلا ڈھونے والے افراد کے حقوق کا تحفظ اور ان کی باز آبادکاری سے متعلق قانون 125

-11	ڈاکٹر امبیڈکر کے ہندی اور دیگر زبانوں کے بارے میں خیالات	127
-12	ڈاکٹر امبیڈکر کا نظریۂ تعلیم	135
-13	ذات پات پر مبنی امتیاز بنام نسلی امتیاز	141
● ضمیمہ	ڈاکٹر امبیڈکر سے متعلق کچھ اہم واقعات وسوانحی خاکہ چارٹ کی شکل میں	145

حرف آغاز

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کو بھارت کے آئین کی ڈرافٹنگ میں کلیدی رول ادا کرنے کے باعث قانونی ادب میں حیثیتِ سربہ فلک حاصل ہے اور ہم سب انھیں ایک ممتاز قانون داں اور باعظمت واضع قانون کی حیثیت سے جانتے ہیں مگر وہ صرف ممتاز قانون داں اور واضع قانون ہی نہیں تھے بلکہ ایک عظیم سیاسی مفکر، فلسفی، انسانی حقوق کے علمبردار و جہد کار بھی تھے۔ علاوہ ازیں تعلیم کے میدان میں بھی انھیں نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے اور انھوں نے اپنے ایک مخصوص نظریۂ تعلیم کی روشنی میں اس میدان میں بھی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اور ان کی ان خدمات سے بھی طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد نے فائدہ اٹھایا ہے۔

ہماری یہ تصنیف محض ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کا سوانحی خاکہ نہیں۔ اس تصنیف کی واحد غرض عام لوگوں کو ڈاکٹر صاحب سے متعلق کچھ اہم واقعات کو اس طرح معروضی انداز میں پیش کرنا ہے جس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو اور ان کی شخصیت کے روشن پہلو بھی اجاگر ہو جائیں۔ یہ کتاب 13 ابواب اور 2 ضمیموں پر مشتمل ہے۔

ہمیں قوی امید ہے کہ قارئین ہماری اس کوشش کو سراہیں گے اور بابا صاحب کے 125 ویں جنم دن کے اس مبارک سال میں انھیں خراج عقیدت پیش کریں گے۔

خواجہ عبدالمنتقم

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے قوم کے نام ترغیبی پیغامات

ایک عظیم شخصیت ایک مشہور و معروف شخصیت سے مختلف ہوتی ہے چونکہ اول الذکر زمرہ سے تعلق رکھنے والا شخص خدمتِ خلق کے لیے ہمیشہ برسرِ پیکار رہتا ہے۔

****

دنیا میں عزت کے ساتھ جینا سیکھو اور ہمیشہ کوئی کار نمایاں انجام دینے کے خواہش مند رہو۔ حوصلہ مند ہی عروج پر پہنچ سکتے ہیں۔ تم میں سے کچھ نے خواہ مخواہ اپنے دماغ میں یہ بات بٹھالی ہے کہ تم اس دنیا میں کوئی بلند مقام حاصل ہی نہیں کر سکتے۔ مگر یاد رکھو کہ اب دورِ بے کسی ختم ہو چکا ہے اور ایک نئے دور کی شروعات ہو چکی ہے۔ اب سب کچھ ممکن ہے کیونکہ اب تم ملک کی سیاست میں حصہ لے سکتے ہو اور قانون ساز اداروں کی کارروائی میں شریک ہو سکتے ہو۔

****

میں ایسے مذہب کو پسند کرتا ہوں جو آزادی، مساوات اور اخوت کا سبق دیتا ہو۔

****

ذہنی ارتقا ہی وجود انسانی کا آخری ہدف ہونا چاہیے۔

****

ہر اس شخص کو جو مل کے اصول کو بار بار اپنی زبان پر لاتا ہے اسے اس بات کو بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ کسی ایک زمرہ کو ہی دوسرے زمرہ پر حکمرانی کا حق حاصل نہیں۔

****

کسی کامیاب انقلاب کے لیے بے اطمینانی جیسی کیفیت ہونا ضروری نہیں۔ضرورت ہے انصاف اور سیاسی وسماجی حقوق کی اہمیت وضرورت کو سمجھنے کی اور ان میں یقین کامل رکھنے کی۔

****

تاریخ گواہ ہے کہ جب جب اخلاقیات اور معاشیات کے بیچ ٹکراؤ ہوا ہے تو جیت ہمیشہ معاشیات کی ہی ہوئی ہے۔مفاد پرست لوگ اپنے مفادات سے تب تک دست بردار نہیں ہوئے جب تک ان پر خاصا دباؤ ڈال کر انھیں ایسا کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا گیا۔

****

کسی کمیونٹی نے کتنی ترقی کی ہے میں اس کا اندازہ اس بات سے لگاتا ہوں کہ اس میں خواتین نے کتنی ترقی کی ہے۔

****

قانون اور نظم ونسق کسی بھی عوامی سیاسی نظام کے لیے دوا کا کام کرتا ہے اور اگر اس نظام میں کوئی کمی آجائے تو اسے دوا دینا ضروری ہے۔

****

محض طویل زندگی سے بامعنی مختصر زندگی کہیں بہتر ہے۔

****

زندگی ناپائیدار ہے اور تصورات بھی وقت کے ساتھ ساتھ غیر اہم ہو جاتے ہیں۔کسی بھی تصور یا نقطۂ نظر کی اسی طرح تشہیر کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح کسی پودے کو پانی دینے کی ورنہ دونوں ہی پژمردہ ہو جائیں گے۔

****

سماجی ظلم کے مقابلے میں سیاسی ظلم کچھ بھی نہیں اور ایک مصلح جو سماج کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے اس سیاستداں کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہادر ہوتا ہے جو صرف حکومت کو للکارتا ہے۔

****

سماجی آزادی کے بغیر قانون کے ذریعہ عطا کی گئی آزادی بے معنی ہے۔

****

اگر قطرہ سمندر میں مل جائے تو اس کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے لیکن انسان کا وجود سماج کا حصہ بن جانے کے باوجود بھی قائم رہتا ہے۔ انسان کی اپنی ایک آزاد زندگی ہے۔ وہ صرف سماج کی ترقی کے لیے جنم نہیں لیتا بلکہ وہ اپنی ترقی کا بھی خواہاں ہوتا ہے۔

****

ہمیں جو آزادی حاصل ہوئی ہے وہ آخر کس لیے ہے؟ ہمیں یہ آزادی اپنے اس سماج کو سدھارنے کے لیے ملی ہے جس میں عدم مساوات، تفریق اور بہت سی ایسی برائیاں گھر کر چکی ہیں جو بنیادی حقوق کے منافی ہیں۔

****

ہم اولاً اور آخرش ہندوستانی ہیں۔

****

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کا سوانحی خاکہ

ڈاکٹر امبیڈکر جنھیں ہم باباصاحب ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے نام سے جانتے ہیں ان کا جنم 14 اپریل 1891 میں مہو، مدھیہ پردیش میں مہار ذات کے ایک معمولی خاندان میں ہوا۔ اس ذات کو ایک نچلی ذات سمجھا جاتا تھا اور اس ذات کے ماننے والوں کو اچھوت کہا جاتا تھا اور ان کے ساتھ چھوت چھات برتی جاتی تھی۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ ہندوستان میں 'اچھوت' اور 'چھوت چھات' الفاظ کا استعمال اس وقت تک ہوتا رہا جب تک کہ 1950 میں بھارت کے آئین کے نفاذ پر آئین کی دفعہ 17 کے ذریعہ چھوت چھات کا خاتمہ نہیں کر دیا گیا۔ اب اس طرح کی ذاتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو قانونی طور پر درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کے طور پر جانا جاتا ہے اور عرف عام میں ان کے لیے دلت جیسی اصطلاح کا استعمال کیا جاتا ہے جبکہ اس لفظ کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے اور ہماری معلومات کے مطابق اس لفظ کا آج تک ہمارے ملک کے کسی بھی قانون میں استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ ہماری عدالتوں کے بہت سے فیصلوں میں اور قانون کی کتابوں میں لفظ دلت کا استعمال ضرور کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ترلوکی ناتھ کی ایک تحقیق کے مطابق لفظ دلت کا استعمال پہلی مرتبہ سوامی شردھانند نے کیا تھا۔ ڈاکٹر ترلوکی ناتھ کی یہ تھیسز انڈین لا انسٹی ٹیوٹ، جسے اب ڈیمڈ یونیورسٹی کا درجہ حاصل ہو چکا ہے، کی لائبریری میں موجود ہے۔ جہاں تک لفظ دلت کا سوال ہے فادر کامل بلکے اور ڈاکٹر ہردیو باہری کی ہندی لغات کے مطابق اس کے معنی ہیں ایسے

دبے کچلے مظلوم لوگ جو غیر منصفانہ رویے کے شکار رہے ہوں۔ ہم نے لفظ دلت کی وضاحت یہاں اس لیے کی ہے کہ ڈاکٹر موصوف تاحیات ان طبقات کے حقوق کے لیے لڑتے رہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر کے والد کا نام رام جی مالو جی سکپال اور والدہ کا نام بھیما بائی تھا۔ وہ اپنے والدین کی چودھویں اولاد تھے۔ ان کے والد فوج میں صوبیدار تھے۔ اگرچہ انگریزی دور حکومت میں نیچی ذات سے تعلق رکھنے والے افراد کو فوج میں نہیں لیا جاتا تھا لیکن ان کے والد کی بھرتی اس وقت ہوئی جب ان ذاتوں کے لیے بھی یہ بھرتی کھول دی گئی تھی۔ ان کے والد کچھ عرصے تک ایک فوجی اسکول میں استاد بھی رہے اور انھوں نے مراٹھی اور انگریزی مضامین کے ساتھ ڈگری بھی حاصل کی۔ اگرچہ اس دور میں نہ صرف نچلی ذاتوں بلکہ عام لوگوں میں بھی تعلیم کا فقدان تھا اور بہت کم لوگ ہی اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے تھے لیکن ڈاکٹر امبیڈکر کے والد کو تعلیم کی اہمیت کا کا پورا پورا اندازہ تھا اور وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ حصول علم سے انسان میں نہ صرف ہر طرح کا شعور پیدا ہوتا ہے، حق و باطل میں امتیاز کرنے کی اہلیت پیدا ہوتی ہے اور صحیح راہ اختیار کرنے کی تمیز پیدا ہوتی ہے بلکہ علم انسان کو زیور اخلاق سے آراستہ کرتا ہے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم دلائی جبکہ ان کے مالی حالات انھیں اس طرح کے تعلیم دلانے کے لائق نہیں تھے۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے ایک مؤدب اور لائق فرزند ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اتنی اعلیٰ تعلیم حاصل کی جو اس دور میں اعلیٰ ذات سے تعلق رکھنے والے افراد میں سے بھی کچھ ہی کو نصیب تھی۔ یہ وہ دور تھا جب صرف چند جماعت پڑھے ہوئے لوگوں کو تحصیلدار یا اعزازی مجسٹریٹ بنا دیا جاتا تھا اور جیسا کہ ہم پرانی فلموں میں دیکھتے ہیں مکانوں کے باہر فلاں فلاں بی۔ اے کی گھروں کے باہر تختیاں لگی ہوئی نظر آتی تھیں اور بڑے فخر سے کہا جاتا تھا کہ ہماری بچی ایف۔ اے (جو سینئیر سیکنڈری کے مساوی علمی لیاقت ہوا کرتی تھی) میں پڑھ رہی ہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر کو اپنے بچپن سے ہی ایسی تکلیف دہ تفریقی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جس کے باعث انھوں نے بڑے ہو کر دبے کچلے لوگوں کے لیے آواز اٹھائی اور ایک ایسے مصلح ثابت ہوئے جس کی مثال ملنا آسان نہیں۔ پڑھائی کے دوران ان کے ساتھ چھوت چھات کا برتاؤ کیا گیا اور مختلف طریقوں سے ان کی تذلیل کی گئی مگر وہ اس صورت حال کا انتہائی صبر و استقلال کے

ساتھ مقابلہ کرتے رہے اور اپنی تعلیم جاری رکھی۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد گھر کی مالی حالت ایسی نہیں تھی کہ کالج میں داخلہ لے سکیں لیکن ان کے والد کے ایک دوست انھیں بڑودہ کے راجہ گائک واڈ کے یہاں لے گئے۔ گائک واڈ نے ان کے لیے وظیفے کا انتظام کر دیا اور اس طرح ڈاکٹر امبیڈکر نے 1907 میں میٹرک پاس کرنے کے بعد بمبئی کے ایلیفنسٹن کالج سے 1912 میں بی۔ اے تک کی تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد ڈاکٹر امبیڈکر نے کچھ عرصے تک ریاست بڑودہ میں سرکاری ملازمت کر لی۔ اس کے بعد 1913 میں مہاراجہ گائک واڈ کے دیے گئے وظیفے کی بدولت امریکہ کی کولمبیا یونیورسٹی میں ایم اے (معاشیات) میں داخلہ لیا اور 1915 میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور کولمبیا یونیورسی سے ہی 1917 میں پی ایچ ڈی کی۔ ان کے تحقیقی مقالے کا موضوع تھا 'National Development for India: A Historical and Analytical Study'۔ اسی سال انھوں نے لندن اسکول آف اکنامکس میں داخلہ لیا لیکن مالی حالات خراب ہونے کے باعث اپنی تعلیم مکمل نہیں کر پائے اور ہندوستان واپس آ گئے۔ یہاں آ کر کچھ دن تک ریاست بڑودہ میں ملٹری سکریٹری رہے۔ اس کے بعد بڑودہ سے بمبئی آ گئے۔ کچھ دنوں تک وہ سڈنہیم کالج میں پالٹیکل سائنس کے پروفیسر رہے۔ اسی دوران ڈپریسڈ کلاسز کانفرنس سے وابستہ رہے اور اس طرح سرگرم سیاست میں حصہ لینے کی شروعات ہوئی لیکن اس سے پہلے کہ یہ سلسلہ آگے بڑھتا آپ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے دوبارہ لندن چلے گئے۔ ان تمام ناموافق حالات کے باوجود وہاں پر رہ کر نہ صرف ایم۔ اے کی تعلیم حاصل کی بلکہ ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی، ایم ایس۔ سی، بار ایٹ لا کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس دور میں اس طرح تعلیمی لیاقت رکھنے والے افراد کو انگلیوں پر ہی گنا جا سکتا تھا اور نچلی ذات میں تو اس طرح کا شخص شاذ و نادر ہی مل پاتا تھا۔ انھوں نے بچپن، جوانی اور زندگی کے ہر دور میں ہر شعبۂ حیات میں دلتوں اور پسماندہ لوگوں کے ساتھ جو غیر منصفانہ رویہ دیکھا اور خود بھگتا بھی تھا اس سے وہ نہ صرف بے انتہا خائف، رنجیدہ اور متاثر تھے بلکہ اس کے مداوا کے متلاشی بھی تھے اور ان طبقات کے لیے کوئی ایسا بڑا کام کرنا چاہتے تھے جس سے ناانصافی کا یہ دور ختم ہو سکے اور سب انسانوں کو برابر سمجھا جا سکے۔ وہ ہندستانی معاشرے میں خصوصاً ہندو مذہب کے ماننے والوں میں جو درجاتی نظام ایک عرصۂ دراز سے قائم تھا اس کے تحت

مخالف تھے اور وہ ایک ایسی سماجی جمہوریت کے قائل تھے جس میں سب کو انصاف ملے اور سب کے ساتھ بغیر کسی امتیاز کے برابر کا سلوک کیا جائے۔

ڈاکٹر امبیڈکر کو 1926 میں بمبئی کی قانون ساز اسمبلی کے رکن کے طور پر نامزد کیا گیا اور اس کے بعد انھوں نے باقاعدہ الیکشن بھی لڑا۔ سیاست میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ وہ ہمیشہ پسماندہ طبقات کی فلاح و بہبود کی بابت متفکر رہے۔ انھوں نے انھیں برابری کا درجہ اور انصاف دلانے کے لیے آل انڈیا کلاسز ایسوسی ایشن قائم کی۔ انھوں نے دلت لوگوں کو مندروں میں داخلے کی اجازت نہ دینے، کنویں اور تالابوں سے پانی نہ بھرنے دینے اور اس طرح کی دیگر ذلت آمیز حرکات کے خلاف بہت سی تحریکوں میں حصہ لیا لیکن انگریزی دورِ حکومت میں ان کی اور ان کے ہمعصر جیوتی با پھولے، راجہ رام موہن رائے، ایشور چندر ساگر اور مہاتما گاندھی جیسے دیگر مصلحین کی مخلصانہ اور مجاہدانہ کوششوں کے باوجود بے کچلے لوگوں کی صورت حال میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آئی اور چھوت چھات اور اس طرح کی زیادتیوں کا یہ سلسلہ ہندوستان آزاد ہونے تک یا یوں کہیے کہ آئین کا نفاذ ہونے تک باقی رہا۔

خود ڈاکٹر امبیڈکر نے اپنی اس جدوجہد کے دوران ایک مرتبہ کہا تھا کہ انگریزی دورِ حکومت میں یہ شاید ممکن نہ ہو سکے گا اور یہ سوراج میں ہی ممکن ہو سکے گا۔ انھوں نے جو الفاظ استعمال کیے تھے وہ درج ذیل ہیں:

"Nobody can remove your grievance as well as you can and you can not remove these unless you get political power into your hands... We must have a government in which men in power will not be afraied to amend the social and economic code of life which the dictates of justice and expendiencey so urgently call for. This role the British Government will never be able to play. It is only a government which is of the

people, for the people and by the people, in other words, it is only the 'Swaraj' Government that will make it possible.''

(جب تک سیاسی قوت آپ کے ہاتھ نہیں آجاتی آپ کی شکایات کا نہ تو کوئی ازالہ کرسکتا ہےاور نہ ہی آپ خود اس سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمیں ایک ایسے نظام حکومت کی ضرورت ہے جس میں ارباب حکومت سماجی اور معاشی ضابطۂ حیات میں مناسب حال ایسی تبدیلیاں لانے سے نہ ڈریں جن کی انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے فی الوقت سخت ضرورت ہے۔ انگریزی حکومت یہ کردار کبھی ادا نہیں کرے گی۔ یہ کام تو وہی حکومت کرسکتی ہے جو عوام کی ہو، عوام کے لیے ہو اور عوام کے ذریعہ قائم کی گئی ہو۔ بالفاظ دیگر یہ تو سوراج میں ہی ممکن ہو سکے گا۔)

ڈاکٹر امبیڈکر کی یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی حالانکہ یہاں 'بالکل صحیح' الفاظ کا استعمال زمینی حقیقت کے ساتھ ناانصافی ہوگا چونکہ ہمارے معاشرے کو اس لعنت سے ابھی تک مکمل طور پر نجات نہیں مل پائی ہے۔ سرکاری رپورٹیں، سرکاری اعداد وشمار اور عدالتوں کے فیصلے خود اس بات کے گواہ ہیں۔ بار بار ہمیں یہ خبریں سننے کو ملتی ہیں کہ فلاں مندر میں نچلی ذات کے لوگوں کو داخل نہیں ہونے دیا یا فلاں تالاب سے ان کو پانی لینے سے روکا گیا۔ راجستھان کے ناتھ دوارا مندر کا معاملہ تو سب کو یاد ہوگا جس میں ہریجنوں کو مندر میں داخل ہونے سے روکا گیا تھا اور راجستھان ہائی کورٹ کو اس معاملے میں یعنی سور یہ نرائن چودھری بنام ریاست پنجاب والے معاملے (اے آئی آر 1989 راجستھان 99) میں یہ فیصلہ دینا پڑا تھا کہ ہریجنوں کو اس مندر میں بنا روک ٹوک داخل ہونے دیا جائے گا اور انھیں کنٹھی مالا پہننے اور شدھی کے لیے گنگا جل چھڑکنے جیسی باتوں کے لیے مجبور نہ کیا جائے کیونکہ اس قسم کے امتیازی رویہ سے آئین کی دفعہ 14، 15 اور 17 کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں مابعد ابواب میں متذکرہ قوانین بنائے جانے کا سلسلہ باقاعدہ جاری ہے اور امید کی جانی چاہیے کہ سرکار کی مخلصانہ کوششوں، عوام کی سوچ میں تبدیلی اور تعلیم کے بڑھتے ہوئے گراف کے ساتھ ساتھ اس صورت حال میں یقینی طور پر مثبت تبدیلی آئے گی۔

ڈاکٹر امبیڈکر اپنی سوتنتر لیبر پارٹی کے پرچم تلے اور مختلف تحریکوں سے وابستگی کے ذریعہ اور

اس سے بڑھ کر اپنی تصانیف و تقاریر کے ذریعے سماجی مساوات اور اخوت کا نہ صرف پیغام دیتے رہے بلکہ اس کی پرزور حمایت اور وکالت بھی کرتے رہے۔

دلت سماج کے اس مسیحا نے 1920 کی دہائی میں بمبئی میں ایک بار بولتے ہوئے خود یہ بات کہی تھی کہ وہ دلت ذات سے تعلق رکھنے والے افراد کے معاملات کو ترجیح دیں گے اور وہ تا حیات بڑی مستعدی اور ایمانداری کے ساتھ یہ رول ادا کرتے رہے مگر انھوں نے اپنے کردار کی ادائیگی اس طرح کی کہ اس سے سماج کے دیگر طبقات کے جذبات کسی طرح مجروح نہیں ہوئے۔ انھوں نے لندن میں منعقد گول میز کانفرنس میں اچھوتوں کے لیے الگ الیکٹوریٹ کی بات کی مگر مہاتما گاندھی نے ان کی اس مانگ کی اس بنیاد پر مخالفت کی کہ اس سے ہندو سماج تقسیم ہو جائے گا۔ دراصل ڈاکٹر امبیڈکر بہت ہی صاف گو انسان تھے اور ان کو کسی بھی مذہب یا معاشرے میں کوئی کمی نظر آتی تھی تو وہ بنا کسی لاگ لپیٹ کے اس کی تنقید کرتے تھے۔ ان کی تصانیف میں ہمیں بہت سی ایسی باتیں ملیں گی جن سے واضح طور پر ان کی اس سوچ کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہندو اور مسلمانوں میں پائی جانے والی بہت سی دقیانوسی روایات کے خلاف تھے۔ وہ ہمیشہ معاشرے کی اصلاح کے کوشاں رہے۔

1942-46 کے دوران وہ گورنر جنرل کی مجلس عاملہ کے رکن بھی رہے۔ آئین کو وضع کرنے کے لیے 19 اگست، 1947 کو ایک ڈرافٹنگ کمیٹی تشکیل کی گئی اور ڈاکٹر امبیڈکر کو اس کا چیئر مین مقرر کیا گیا۔ ڈرافٹنگ کمیٹی کا تیار کردہ اور آئین ساز اسمبلی کا منظور کردہ بھارت کا آئین آج دنیا کے بہترین دساتیر میں شمار کیا جاتا ہے۔

آزاد ہندوستان میں وزیر قانون کی حیثیت سے بھی وہ اپنا مصلحانہ رول برابر نبھاتے رہے۔ ہندو کوڈ بل ان کی اسی سوچ کا نتیجہ تھا۔ اس بل کی مخالفت سے انھیں کافی صدمہ بھی پہنچا حالانکہ ان کے انتقال کے بعد بہت سے ایسے قوانین بنائے گئے جن میں ان کی سوچ اور نقطۂ نظر کی بالواسطہ یا بلاواسطہ جھلک نظر آتی ہے اور آج کوئی بھی نہ تو ایسی پالیسی بنائی جاتی ہے اور نہ ہی ایسا کوئی قانون وضع کیا جاتا ہے جس میں سماج کے مختلف طبقات کے ساتھ ساتھ دلت سماج کے مفاد کو ملحوظ خاطر نہ رکھا گیا ہو۔

ڈاکٹر امبیڈکر کافی عرصہ ذیابیطس کے مریض رہے اور 1954 میں جون سے اکتوبر تک سخت بیمار رہے اور 6 دسمبر 1956 کو بھارت ماتا کے اس سپوت نے اپنی دہلی کی رہائش گاہ پر آخری سانس لی اور ان کی آخری رسومات 7 دسمبر 1956 کو چوپاٹی میں سمندر کے کنارے بودھ رسم ورواج کے مطابق ادا کی گئیں چونکہ انھوں نے تبدیلیٔ مذہب کے بعد بودھ مذہب اختیار کرلیا تھا۔

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر

ایک عظیم شخصیت اور ایک باعظمت واضع قانون

کسی کی شخصیت، اس کی کارگزاری اور اس کی حصولیابیوں کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے ہمیں اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مجموعی جائزہ لینا پڑتا ہے۔ کسی بھی شخص کی کسی خاص موقع پر کہی ہوئی یا لکھی ہوئی بات یا اظہار کردہ کسی بھی خیال یا رائے کی بنیاد پر اس کی شخصیت کا معیار تعین نہیں کیا جا سکتا۔ زندگی کے شروعاتی دور میں مختلف امور کے بارے میں ایک شخص کی رائے ہو سکتا ہے کہ وہ نہ ہو جو زندگی کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد ہو سکتی ہے۔ مثلاً ہو سکتا ہے کہ وہ ایک وقت 'الف' کو اچھا سمجھے اور 'ب' کو برا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اور مزید تعلیم حاصل کرنے، مختلف ممالک اور مختلف مذاہب کے لوگوں سے رابطہ قائم ہونے اور ان کے قریب آنے سے اس کے خیالات بدل جائیں، سوچ میں وسعت پیدا ہو جائے اور وہ 'الف' اور 'ب' کے بارے میں اپنی متذکرہ بالا رائے کو بھی بدل دے۔ مختصراً یہاں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ کسی کی بھی شخصیت کا اندازہ کرتے وقت معروضیت کو ملحوظ خاطر رکھا جانا چاہیے۔ ڈاکٹر امبیڈکر جیسی عظیم شخصیت کا اندازہ لگانے کے لیے بھی ہمیں یہی پیمانہ اپنانا ہوگا۔

ڈاکٹر امبیڈکر نہ صرف ایک بہترین انسان تھے بلکہ ایک عظیم سیاسی مفکر، ماہر قانون، انسانی حقوق کے علمبردار / جہد کار بھی تھے۔ وہ اس سماجی جمہوریت کی ہمیشہ وکالت کرتے رہے جس میں

تمام لوگوں کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہو، انھیں حق مساوات عطا کیا گیا ہو اور ایک باوقار زندگی گزارنے کا موقع ملے۔

علم قانون سازی کے ماہر Reed Dickerson کا قول ہے کہ قانون کا مسودہ تیار کرنا کسی طفل مکتب، نوآموز شائق فن یا نیم حکیم کا کام نہیں:

Legal drafting is not for children, amateurs or dabblers.

ان کا یہ قول صرف سو فیصد صحیح ہی نہیں بلکہ قابل ستائش بھی ہے چونکہ کسی بھی قانون کی ڈرافٹنگ اور وہ بھی ملک کے بنیادی قانون کی، جسے ہم سب آئین یا دستور کے نام سے جانتے ہیں، واضع قانون کو قانون وضع کرتے وقت بہت سی دشوار منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے کماحقہ ایسی علمی و پیشہ ورانہ اہلیت کی توقع کی جاتی ہے جو قانون بنانے کے لیے ضروری ہے۔ واضع قانون کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ماہر قانون بھی ہو اور اسے اس زبان پر مکمل عبور حاصل ہو جس میں قانون بنایا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں اس کا دور اندیش ہونا اور اسے قانون کی پیچیدگیوں اور وضع قانون سے متعلق علم اختصاص کی جانکاری ہونا بھی ضروری ہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر میں یہ سبھی خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ ان کی درج ذیل علمی لیاقت پر محض ایک نظر طائرانہ ڈالنے سے ہی ان کے قد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایلفنسٹون ہائی اسکول، بمبئی سے فارسی مضمون کے ساتھ میٹرک
ایلفنسٹون کالج، بمبئی سے فارسی مضمون کے ساتھ انٹر
ایلفنسٹون کالج (بمبئی یونیورسٹی) سے بی۔اے
کولمبیا یونیورسٹی سے ایم۔اے
لندن اسکول آف اکونومکس سے ایم۔ایس سی
کولمبیا یونیورسٹی سے پی ایچ۔ڈی
لندن اسکول آف اکونومکس سے ڈی۔ایس سی
کولمبیا یونیورسٹی سے ایل ایل۔ڈی
عثمانیہ یونیورسٹی سے ڈی۔لٹ

بارایٹ لاء لندن

وہ صرف اہل علم ہی نہیں بلکہ ایک نہایت دوراندیش انسان بھی تھے۔ان ہی خوبیوں کی بنا پر انھیں آئین کی ڈرافٹنگ کمیٹی کا سربراہ بنایا گیا۔آیئے اس سے پہلے کہ ہم ڈاکٹر امبیڈکر کے اس کمیٹی میں کردار کی بات کریں ہمیں اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ آئین کیسے بنا اور اس کے بنانے میں کیسی کیسی عظیم المرتبت شخصیات نے حصہ لیا۔کیبنٹ مشن پلان میں دی گئی تجویز کو روبہ عمل لانے کے لیے نومبر،1946 میں قانون ساز اسمبلی وجود میں آئی۔اس کے ارکان کو بالواسطہ انتخاب کے ذریعے منتخب کیا گیا۔برٹش انڈیا کی 296 نشستوں میں سے 211 نشستوں پر کانگریس اور 73 نشستوں پر مسلم لیگ جیتی۔اس طرح اسمبلی نے ایک خودمختار ادارے کی شکل اختیار کر لی جو اپنی مرضی کے مطابق اپنا پسندیدہ آئین وضع اختیار کر سکتی تھی۔اس کے اہم ارکان میں شامل تھے پنڈت جواہر لال نہرو، ڈاکٹر امبیڈکر، مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر راجندر پرشاد، گووند ولبھ پنت، سردار پٹیل، خان عبدالغفار خاں، گوپال سوامی آینگر، ٹی۔ٹی کرشنماچاری، الآدی کرشنا سوامی ایر، ایچ۔این۔کنزرو، کے۔ڈی۔شاہ، مسانی، اچاریہ کرپلانی اور ڈاکٹر رادھا کرشنن۔اسمبلی کا پہلا اجلاس 9 دسمبر، 1946 کو ہوا تھا 11، دسمبر 1946 کو ڈاکٹر راجندر پرشاد اس کے چیئرمین منتخب ہوئے۔اسمبلی نے ایک تجویز منظور کی جسے Objectives Resolution کا نام دیا گیا، یہی تجویز بھارت کے آئین کی تمہید کی بنیاد بنی۔یہ تجویز پنڈت جواہر لال نہرو کی تحریک پر 13 دسمبر، 1946 کو پیش کی گئی اور اسے اتفاق رائے سے 22 جنوری، 1947 کو منظور کر لیا گیا۔اس تجویز میں تقریباً ان تمام آزادیوں کا ذکر ہے جن کی آئین کے جز 3 میں ضمانت دی گئی ہے۔آئین کو وضع کرنے کے لیے بہت سی کمیٹیاں قائم کی گئی تھیں اور ان کمیٹیوں کی رپورٹ کی بنیاد پر ڈاکٹر امبیڈکر کی چیئرمین شپ میں 19 اگست، 1947 کو ایک ڈرافٹنگ کمیٹی وجود میں آئی جو مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھی:

ڈاکٹر بی آر امبیڈکر چیئرمین

کے ایم منشی (سابق وزیر داخلہ بمبئی)

الآدی کرشنا سوامی ایر (سابق ایڈووکیٹ جنرل، ریاست مدراس)

این۔ گوپال سوامی آئینگر (سابق وزیراعظم، جموں وکشمیر)
(اس زمانے میں جموں وکشمیر کے وزیراعلیٰ کو وزیراعظم کہا جاتا تھا)
بی ایل متر (سابق ایڈووکیٹ جنرل، ہندوستان)
(بی ایل متر اس کمیٹی سے مستعفی ہوگئے اور ان کا استعفیٰ قبول ہونے کے بعد ان کی جگہ مہاراجہ بڑودا کے قانونی مشیر نے لی)
محمد سعداللہ (سابق وزیراعلیٰ آسام)
ڈی پی کھیتان (وکیل)
(ڈی پی کھیتان کی موت کے بعد ان کی جگہ ٹی۔ ٹی کرشنماچاری نے لی)
سر بی این راؤ کو اس کمیٹی کا قانونی مشیر مقرر کیا گیا۔

قانون ساز اسمبلی نے آئین کے مسودہ کو حتمی شکل دینے میں 2 سال، 11 مہینے اور 17 دن کا وقت لیا۔ اس کی تیاری میں مختلف مدوں کے تحت 6 کروڑ 40 لاکھ روپے کی رقم خرچ کی گئی۔ اس کے اصل متن میں 22 حصے، 396 دفعات اور 8 جدول تھے بعد میں اس میں مزید جدول شامل کیے گئے اور مختلف دفعات میں وقتاً فوقتاً ترامیم کی جاتی رہیں۔ کمیٹی نے یہ مسودہ 21 فروری 1948 کو گورنر جنرل آف انڈیا کے روبرو پیش کیا اور اس کے بعد اس مسودہ (ڈرافٹ) کو شائع کیا گیا اور اس کی تمہید کو درج ذیل شکل دی گئی:

تمہید

ہم، بھارت کے عوام، بھارت کو ایک مقتدر (**سماج وادی سیکولر**) عوامی جمہوریہ بنانے کے لیے،

اور اس کے تمام شہریوں کو:
سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف،
خیال، اظہار، عقیدہ، مذہب اور عبادت کی آزادی،
بہ اعتبار حیثیت اور موقع مساوات
حاصل کرانے کے لیے،

اوران سب کے مابین

فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد

اور سالمیت کو یقینی بنانے والی اخوت

کو فروغ دینے کے لیے

متانت و سنجیدگی سے عزم کرتے ہوئے اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج مورخہ 26 نومبر، 1949 (متی مارگ شیرش شکلا سپتمی، سموت 2006 وکرمی) کو ذریعہ ہٰذا اس آئین کو اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

اس تمہید میں شروع میں سیکولرزم اور سوشلزم الفاظ شامل نہیں تھے انھیں بعد میں شامل کیا گیا۔ یاد رہے کہ کسی بھی قانون کی تمہید میں اصل دفعات اور اس قانون کے نفاذ کی ضرورت اور غرض و غایت بیان کی جاتی ہے۔ قانون کے اس حصہ کو تمہید (Preamble) کہا جاتا ہے۔ آئین کسی ملک کا بنیادی قانون ہوتا ہے۔ برطانیہ اور اسرائیل کو چھوڑ کر دنیا کے تمام ممالک نے ہی اپنے اپنے ملک کے لیے آئین کو تحریری شکل دی ہے۔ ان میں سے بھارت کا آئین بھی ایک ہے۔ اگر آئین یا کسی قانون کی کوئی دفعہ واضح نہیں ہوتی تو اس کی صحیح تعبیر کے لیے تمہید کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے تاکہ اس بات کا پتہ لگایا جا سکے کہ مقننہ یا قانون ساز اداروں کا ایسا قانون لانے کا کیا منشا اور کیا غرض و غایت تھی۔ کیشوانند بھارتی بنام ریاستِ کیرالہ 1، اندرا گاندھی بنام راج نرائن 2 اور منروا ملز لمیٹڈ بنام یونین آف انڈیا 3 والے معاملوں میں سپریم کورٹ نے تمہید میں متذکرہ اغراض و مقاصد کو آئین کا بنیادی ڈھانچہ قرار دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ آئین کے بنیادی ڈھانچے کو نہیں بدلا جا سکتا۔

تمہید پر محض ایک نظرِ طائرانہ ڈالنے سے ہی یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان میں ایک ایسی جمہوری حکومت کا قیام مقصود ہے جس میں سبھی لوگوں کو مذہبی آزادی، آزادیٔ خیال و حق مساوات حاصل ہو اور ان کے ساتھ زندگی کے ہر شعبہ میں انصاف کیا جائے۔ انصاف میں معاشرتی، معاشی اور سیاسی انصاف بھی شامل ہے۔ اس طرح آئین کی تمہید آئین کی اغراض و غایت کی واضح طور پر عکاسی کرتی ہے اور تمہید کے فوراً بعد آئین کا مکمل متن اس بات کا دستاویزی

ثبوت ہے۔

اس آئین کو 26 نومبر، 1949 کو منظوری دے دی گئی اور اس کا مکمل اطلاق 26 جنوری، 1950 کو ہوا۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ آئین کی دفعات ,379 ,380 ,388 ,391 ,392 ,5 ,6 ,7 ,8 ,9 ,60 ,324 ,366 ,367 اور 393 چھبیس نومبر،1949 کو ہی نافذ العمل ہوگئی تھیں جبکہ آئین کی باقی دفعات کا اطلاق 26 جنوری 1950 کو ہوا۔ یہ ڈاکٹر امبیڈکر کی ہی دین ہے کہ ہمیں درج خصوصیات والا آئین ملا ہے۔ یہ ایک ایسا آئین جس نے کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا اگر سہوا لغزش ہوئی بھی تو ان افراد اور اداروں کی جانب سے جنھیں اس آئین کو لاگو کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔

بھارت کے آئین کی خصوصیات

آئین کے مطابق ہمارا ملک ایک مقتدر، سماج وادی، سیکولر اور عوامی جمہوریہ ہے جہاں ملک کے تمام شہریوں کو بغیر کسی امتیاز و تفریق کے سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف حاصل ہے اور تمام لوگوں کو اپنے خیالات کا اظہار کرنے اور اپنے عقیدے و دین کے مطابق عبادت کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے میں سب کو برابر کے مواقع حاصل ہیں۔

بھارت کے آئین کی کچھ اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں—

1-یہ وفاقی بھی ہے اور وحدانی بھی (Federal as well as Unitary):

مملکتِ وحدانی(Unitary State) میں جہاں وحدانی آئین(Unitary Constitution) لاگو ہوتا ہے تمام اختیارات مرکزی حکومت کو حاصل ہوتے ہیں جبکہ وفاقی حکومت (Federal State) میں جہاں وفاقی آئین (Federal Constitution) لاگو ہوتا ہے اختیارات کی تقسیم اس طرح کی جاتی ہے کہ کچھ اختیارات مرکز کے پاس ہوتے ہیں اور کچھ اختیارات ریاستوں کے پاس۔ مرکز اور ریاستوں یعنی دونوں کو ہی اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں کام کرنے، فیصلہ کرنے اور کسی قسم کے دیگر فرائض کی انجام دہی کے معاملے میں مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ جہاں تک بھارت کے آئین کا سوال ہے اس کے بارے میں مختلف لوگوں کی الگ الگ رائیں ہیں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ یہ نیم وفاقی (Quasi-Federal) ہے تو کچھ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ وفاقی ہے لیکن

اس کا ڈھانچہ اس قسم کا رکھا گیا ہے کہ ہنگامی حالات میں یہ وحدانی آئین کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ البتہ وہ لوگ جو آئین وضع کرنے کے کام سے شیر وشکر کی طرح جڑے ہوئے تھے ان کی رائے یہی تھی کہ بھارت کا آئین وفاقی ہے۔ ڈاکٹر امبیڈکر کا کہنا تھا کہ بہت سی مختلف نوعیت کی توضیعات کے باوجود مرکز کو ایسے اختیارات دیے گئے ہیں کہ وہ ریاستوں کے اختیارات پر غالب آ سکے لیکن پھر بھی یہی کہا جائے گا کہ بھارت کا آئین اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک وفاقی آئین ہے۔

جہاں تک وفاقی قانون کا سوال ہے اس میں کچھ خصوصیات کا ہونا لازمی ہے۔ اوّل یہ کہ آئین کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہو، عدالتوں کو مکمل اختیارات حاصل ہوں، اختیارات کی تقسیم کی گئی ہو اور دوہری حکومت (Dual Government) ہو۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ اگر چہ بھارت کے آئین میں یہ چاروں باتیں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود کچھ بنیادی معاملات میں یہ جانے مانے وفاقی نظاموں سے کسی حد تک مختلف ہے مثلاً یہ کہ امریکہ اور آسٹریلیا میں وفاق خود مختار اور آزاد ریاستوں کے درمیان رضا کارانہ طور پر وجود میں آیا اور اسی طرح کناڈا کی طرح کسی وحدانی ریاست کو خود مختار بنانے کے لیے اسے ایک وفاقی یونین میں بدلا جا سکتا ہے۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 وضع کیے جانے تک ہندوستان کا آئین وحدانی تھا۔ اس ایکٹ میں برٹش پارلیمنٹ نے کچھ خود مختار یونٹ بنائے اور انھیں ایک وفاق کی شکل دے کر وفاقی نظام قائم کیا۔ جہاں تک بھارت کے آئین کا سوال ہے اسے بھارت کے عوام نے قانون ساز اسمبلی میں اپنے نمائندوں کے ذریعے قبول کیا ہے اور اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خود مختار ریاستوں کے درمیان کیے گئے کسی معاہدے کا نتیجہ ہے۔

2- اندرونی طور پر لچیلا پن (In-built flexibility):

بھارت کا آئین اپنی نوعیت کے اعتبار سے لچیلا ہے اور اس میں حسب ضرورت کسی وقت بھی ترمیم کی جا سکتی ہے لیکن اس کی ترمیم بھی اس میں دیے گئے طریقے کے مطابق یعنی دفعہ 368 کے مطابق ہی کی جا سکتی ہے البتہ آئین کے بنیادی ڈھانچے میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ بھارت کے آئین کے لچیلے پن کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس میں تا ہنوز 92 ترامیم کی جا چکی ہیں۔

3-بنیادی حقوق اور آئینی چارۂ کار کا حق

(Fundamental Rights and Constitutional Remedies):

بھارت کے آئین میں بنیادی حقوق کے مکمل تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ان حقوق میں حقِ مساوات،حقِ آزادی،استحصال کے خلاف حق،مذہبی آزادی،ثقافتی اور تعلیمی حقوق اور آئینی چارۂ کار کا حق شامل ہے۔اگر کسی شخص کے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے یا اسے اس حق سے محروم کیا جاتا ہے تو وہ حسبِ صورت دفعہ 32 کے تحت سپریم کورٹ میں اور دفعہ 226 کے تحت ہائی کورٹ میں رٹ کی عرضی داخل کر سکتا ہے۔

4-عدالتی نظر ثانی اور پارلیمنٹ کی خودمختاری

(Judicial Review and Parliamentary Sovereignty) :

بھارت کے آئین میں عدالتی نظر ثانی اور پارلیمنٹ کی خودمختاری کا بہترین امتزاج ہے اور یہ اس آئین کی ایک اہم خصوصیت ہے۔جہاں ایک طرف سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کو حسبِ صورت کسی قانون کو غیر آئینی یا کالعدم کرنے کا حق حاصل ہے تو دوسری طرف پارلیمنٹ کو قانون بنانے کے معاملے میں مکمل خودمختاری حاصل ہے اور دونوں ہی سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دائرۂ اختیار میں دخل اندازی نہیں کریں گے لیکن اس کے باوجود کبھی کبھی دونوں کے مابین ٹکراؤ کی سی صورت پیدا ہو جاتی ہے جو ہمارے جیسے ملک میں جہاں عدلیہ اور عاملہ ایک دوسرے سے علاحدہ ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ قانون ساز ادارے مکمل طور پر خودمختار ہیں یعنی جہاں عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل ہے وہاں اس قسم کا ٹکراؤ نہیں ہونا چاہیے۔

5-بالغ رائے دہی (Adult Suffrage):

بھارت کے آئین کے مطابق ہندوستان کے تمام بالغ شہریوں کو یعنی جن کی عمر 18 سال ہو چکی ہے ووٹ ڈالنے کا حق ہے۔اس کی بنیاد تمام دنیا میں رائج بالغ رائے دہی کے اصول پر ہے۔ہندوستان کی تقسیم سے قبل ایسا فرقہ وارانہ بنیاد پر کیا جاتا تھا اور یہ اس دور کی بات ہے جب ریلوے اسٹیشنوں پر بھی ہندو پانی اور مسلم پانی جیسے الفاظ لکھے ہوتے تھے۔

6-پارلیمانی طریقۂ حکومت(Parliamentary form of Government):

ہندوستان میں پارلیمانی نظام حکومت قائم ہے حالانکہ کبھی کبھی Presidential Form of Government قائم کرنے کی بات سامنے آتی رہتی ہے۔موجودہ نظام میں بھارت کے راشٹر پتی کا آئین میں دیے گئے طریقۂ کار کے مطابق انتخاب کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ Cabinet System of Government اختیار کیا جاتا ہے۔Cabinet پارلیمنٹ کو جوابدہ ہوتی ہے۔راشٹر پتی یونین کا عاملانہ سربراہ ہوتا ہے لیکن وہ وزراء کونسل کے صلح ومشورے کے مطابق ہی کام کرتا ہے۔

7۔ہندستانی ریاستوں کا بھارت میں شمول(Integration of Indian States):

بھارت کے آئین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کی 565 ریاستیں بتدریج مملکتِ بھارت میں شامل اور ضم ہوگئیں۔

8-بین الاقوامی امن وسلامتی کا فروغ

(Promotion of international Peace and Security):

متذکرہ بالاخصوصیات کے علاوہ بھارت کے آئین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں واضح طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ بین الاقوامی امن اور سلامتی کوفروغ دینے ،قوموں کے مابین منصفانہ اور باعزت تعلقات رکھنے اور بین الاقوامی قانون اور عہد ناموں کے وجوب اور بین الاقوامی تنازعات ثالثی کے ذریعے طے کرنے کی کوشش اورحوصلہ افزائی کی جائے گی۔

9-دنیا کا سب سے طویل آئین(Lengthiest Constituion of the World):

بھارت کے آئین کی سب سے آخری تو نہیں بلکہ ایک دیگر خصوصیت یہ ہے کہ یہ دنیا کا سب سے طویل آئین ہے اس میں 395 دفعات اور 12 جدول ہیں۔

ہندی زبان میں مستند متن

394الف:(۱)صدر،(الف)اس آئین کے ہندی زبان میں ترجمہ کو،جس پر آئین ساز آسمبلی کے ارکان نے دستخط کیے تھے،ایسی تبدیلیوں کے ساتھ جو اسے مرکزی قوانین کے ہندی زبان میں مستند متن میں اپنائی گئی زبان،طریقۂ کار اور اصطلاحات کے مطابق بنانے کے

لیے ضروری ہیں اور ایسی اشاعت سے قبل کی گئیں اس آئین کی بھی ترمیمات کو اس میں شامل کرتے ہوئے؛

(ب) انگریزی زبان میں کی گئی اس آئین کی ہر ترمیم کے ہندی زبان میں ترجمہ کو اپنے اختیار کے تحت شائع کرائے گا۔

(2) فقرہ (1) کے تحت شائع اس آئین اور اس کی ہر ایک ترمیم کے ترجمہ کے وہی معنی ہوں گے جو اس کے اصل کے ہیں اور اگر ایسے ترجمہ کے کسی حصہ کے معنی اس طرح لگانے میں کوئی دشواری آتی ہے تو صدر اس کی مناسب طریقہ سے نظر ثانی کرائے گا۔

(3) اس آئین اور اس کی ہر ترمیم کا اس دفعہ کے تحت شائع کیا گیا ترجمہ بھی اغراض کے لیے اس کا ہندی زبان میں مستند متن سمجھا جائے گا۔

نوٹ: حکومت ہند کی وزارت قانون وانصاف آئین کا مستند متن شائع کر چکی ہے۔

آئین کی ان خوبیوں کے بدولت ہی آج پوری قوم ہندوستان کے اس عظیم ترین Legislative Draftsman، دانشور، ماہر قانون اور انسانی حقوق کے علمبردار ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کو یوم جمہوریہ اور قومی اہمیت کے دیگر ایام میں ہمیشہ یاد رکھتی ہے، رکھتی رہے گی اور اسی طرح خراج عقیدت پیش کرتی رہے گی۔

جہاں تک آئین کی ڈرافٹنگ کی بات ہے اس میں نہ تو جلد بازی سے کام لیا گیا اور نہ بے التفاتی، لاپروائی اور بے قاعدگی سے۔ اسے ایک معقول شکل دینے کے لیے دیگر ممالک کے دساتیر کا مطالعہ کیا گیا اور ان میں سے ہندوستان کی ہر شعبۂ حیات سے مطابقت رکھنے والی خوبیوں کو اپنے رنگ میں ڈھال کر آئین میں شامل کر لیا گیا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

برطانیہ:

1- پارلیمانی نظام

2- قانون کی بالادستی

3- واحد شہریت

4- کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل کا عہدہ

5- قانون سازی

6- کابینی نظام حکومت

7- مراعتی رٹ اور دوایوانی نظام

امریکہ:

1- تمہید اور بنیادی حقوق

2- عدلیاتی نظر ثانی

3- نائب صدر کا عہدہ

4- عدلیہ کی آزادی

5- اتہام صدر مملکت

6- سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کا اتہام

کناڈا:

1- نیم وفاقی نظام

2- مرکز کے ذریعہ ریاستوں کے گورنروں کی تقرری اور سپریم کورٹ کے نظر ثانی کے اختیارات

آسٹریلیا:

1- متوازی فہرست (Concurrent List)

2- کاروبار کی آزادی

3- تجارت اور بین ریاستی تجارت

4- پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس

روس:

1- بنیادی فرائض

جرمنی:

1- ہنگامی صورت حال میں بنیادی حقوق کی معطلی اور ہنگامی صورت حال سے متعلق توضیحات

جنوبی افریقہ:

1- آئین کی ترمیم کا طریقۂ کار

2- راجیہ سبھا کے ارکان کا بالواسطہ انتخاب

آئرلینڈ:

1- مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول

2- صدر مملکت کے انتخاب کا طریقۂ کار اور صدر کے ذریعہ ارکان کی نامزدگی

جاپان:

1- قانون کے ذریعہ قائم کیا ہوا ضابطہ (Procedure Established by Law)

متذکرہ بالا دساتیر کا بڑی گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا گیا اور انھیں ہندستانی رنگ میں ڈھال کر آئین کو حتمی شکل دی گئی اور یہی وجہ ہے کہ آئین کو حتمی شکل دینے میں تقریباً 3 سال لگے اور اتنی خطیر رقم صرف ہوئی۔ اس کام میں ڈاکٹر امبیڈکر کا بلاشبہ کلیدی رول رہا اور یہی وجہ ہے کہ انھیں معمار آئین کہا جاتا ہے۔ کچھ ناقدین کا یہ کہنا کہ ہندستانی آئین کا اپنا کوئی مخصوص وجود نہیں بلکہ یہ تو دوسرے ممالک کے دساتیر سے مختلف دفعات اٹھا کر انھیں ایک نئی شکل دے دی گئی ہے۔ دراصل یہ وہ لوگ ہیں جو علم قانون سازی سے واقف نہیں۔ قانون سازی کے لیے یعنی قوانین وضع کرنے کے لیے دو طرح کے وسائل کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے یعنی اندرونی و بیرونی۔ اندرونی سے وہ قانونی مواد مراد ہے جو خود ہمارے ملک میں موجود ہے اور بیرونی وسائل سے وہ مواد مراد ہوتا ہے جو دوسرے ممالک کے قوانین سے لیا جاتا ہے۔ یہ قانون سازی کا ایک بنیادی اصول ہے اور اسے محض کٹنگ و پیسٹنگ نہیں کہا جاسکتا۔ دیگر قوانین کے مطالعہ کے لیے اور اس کو اپنے ملک کے ڈھانچے میں ڈھالنے کے لیے اپنے ملک کی ہر شعبہ حیات میں صورت حال کے ساتھ ساتھ ملک کی ثقافتی و مذہبی اقدار کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ، جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے، بقول علم قانون سازی کے ماہر Reed Dickerson، قانون کا مسودہ تیار کرنا کسی طفل مکتب، نوآموز شائق فن یا نیم حکیم کا کام نہیں۔

ڈاکٹر امبیڈکر کے بارے میں ڈاکٹر راجندر پرشاد کا یہ کہنا تھا کہ وہ ایک ہنرمند پائلٹ تھے

اوران سے قانون ساز اسمبلی کو رہنمائی حاصل ہوتی رہی۔ جب بھی کوئی کارواں آگے بڑھتا ہے تو اس کی پیش رفتگی میر کارواں سے منسوب کی جاتی ہے بالکل اسی طرح جس طرح کسی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد جیت کا سہرا فوج کی کمان کرنے والے شخص کے سر باندھا جاتا ہے مگر ڈاکٹر امبیڈکر کا بڑا پن دیکھئے کہ انھوں نے آئین کی Presentation Ceremony میں کمیٹی سے وابستہ دیگر ارکان اور کمیٹی کے قانونی مشیر بی این راؤ کی بھی تعریف کی اوران کے رول کو بھی سراہا۔

ڈاکٹر امبیڈکر جہاں ایک جانب درج فہرست ذاتوں اور کمزور طبقوں کے مسیحا تھے تو دوسری جانب انھیں ملک کے تمام طبقات کا، خواہ ان کا تعلق اکثریت سے ہو یا اقلیت سے، پورا پورا خیال تھا اور ان کی سربراہی میں وضع کیے گئے آئین میں شامل دفعات بھی ان کی اس فکر کی عکاس ہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر سماجی جمہوریت اور انسانی حقوق کے

زبردست حامی

جیسا کہ ہم سابقہ ابواب میں درج کر چکے ہیں ڈاکٹر امبیڈکر ہمیشہ سماجی جمہوریت اور انسانی حقوق کے نہ صرف حامی رہے بلکہ انھوں نے ایک جہدکار کا بھی کردار بخوبی نبھایا۔ انھوں نے 25 نومبر 1949 کو آئین کے مسودہ سے متعلق اپنی آخری تقریر میں کہا تھا:

'ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں وہ محض سیاسی جمہوریت سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ ہمیں سیاسی جمہوریت کو سماجی جمہوریت کی شکل دینی ہوگی۔ سیاسی جمہوریت کی بقا اس بات پر منحصر کرے گی کہ اس کی بنیاد سماجی جمہوریت پر ہو۔'

ہمارے آئین کی تمہید میں واضح طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ ہمارا ملک ایک سماجوادی جمہوریہ ہوگا۔ ہمارے آئین کی دفعہ 38 میں بھی یہ بات کہی گئی ہے کہ

(1) مملکت ایسے سماجی نظام کو جس میں قومی زندگی کے سب ادارے سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف سے بہرہ ور ہوں جہاں تک اس سے ہو سکے مکمل طور پر قائم اور محفوظ کر کے لوگوں کی بہبودی کو فروغ دینے میں کوشاں رہے گی اور

(2) مملکت خصوصی طور پر نہ صرف افراد کے مابین بلکہ مختلف علاقوں کے رہنے والے یا مختلف پیشوں میں کام کرنے والے اشخاص کے مابین آمدنی میں عدم توازن کم کرنے کی کوشش کرے گی نیز حیثیت، سہولتوں اور

ا قع میں عدم توازن ختم کرنے کا اقدام کرے گی۔

ہماری سپریم کورٹ نے والسما پال بنام کوچین یونیورسٹی والے معاملے (1996(3)Guj L.R.92PP98.99 میں سماجی جمہوریت کی تعریف اس طرح کی تھی:

'سماجی جمہوریت' وہ نظام حیات ہے جو آزادی، مساوات اور اخوت کو زندگی کے اصولوں کے طور پر تسلیم کرتا ہے۔ وہ کسی تثلیث (trinity) میں الگ الگ مدیں نہیں ہیں بلکہ انھیں اتحاد تثلیث کا درجہ حاصل ہے اور انھیں الگ نہیں کیا جا سکتا اور اگر ایسا کیا جاتا ہے تو اس سے جمہوریت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ بغیر مساوات کے آزادی عطا کرنے کا مطلب ہوگا چند لوگوں کی اکثریت پر بالا دستی قائم کرنا۔ بغیر آزادی کے مساوات کا مطلب ہوگا انفرادی پیش قدمی پر قدغن لگانا اور بغیر اخوت کے آزادی اور مساوات کی حقیقی پیش رفت میں رکاوٹ پیدا کرنا۔ آئین کی دفعات (4)15 اور (4)16 کی غرض بھی سماجی اور معاشی عدم مساوات کو ختم کرنا ہے تاکہ سب کو حقیقتاً مساوی مواقع مل سکیں۔ سماجی اور معاشی انصاف کا مقصد بھی سماج کو تحفظ فراہم کرنا ہی ہے۔ آئین کی تمہید میں جس سماجی اور معاشی انصاف کی بات کہی گئی ہے اور آئین میں شامل بنیادی حقوق اور مملکت کے ہدایتی اصول جو دفعات 14، 15، 16، 21، 38, 39 اور 46 میں درج ہیں ان کا مقصد بھی معاشرہ میں غریب، مراعات نایافتہ اور عدم استطاعت والے شہریوں کے معیار زندگی میں بامعنی بہتری لانا ہے۔ آئین کی دفعہ 14 میں جو تحفظ فراہم کیا گیا ہے اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ ایسی ایجابی کارروائی (Affirmative Action) کی جائے جس سے محرومین کو سب کے برابر لایا جا سکے۔ آئین کی دفعہ (1)15 میں مذہب، نسل، ذات یا جنس یا مقام پیدائش کی بنا پر امتیاز کی ممانعت کی گئی ہے مگر اس دفعہ اور دفعہ (2)29 میں

ممانعت کے باوجود دفعہ 15 میں مراعات نایافتہ شہریوں کے سماجی اور تعلیمی حیثیت سے پس ماندہ طبقات اور دلت و درج فہرست قبیلوں کی ترقی کے لیے خصوصی توضیع کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ دفعہ (4)16 میں شہریوں کے کسی ایسے پسماندہ طبقہ کے حق میں جس کی مملکت کے تحت ملازمتوں میں مملکت کی رائے میں کافی نمائندگی نہ ہو ریزرویشن کی بات کہی گئی ہے۔ دفعہ 335 میں یہ بات کہی گئی ہے کہ یونین یا کسی ریاست کے امور کے سلسلہ میں ملازمتوں اور عہدوں پر تقررات کرنے میں فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں کے ارکان کے دعوں کا لحاظ کیا جائے گا۔ دریں صورت سپریم کورٹ نے یہ تعبیر کی ہے کہ آئین کی دفعات 14، (1)15 اور (1)16 کا اطلاق دفعات (4)15، (4)16، 38، 39، 46 اور 335 کے ساتھ ساتھ ہوگا جیسا کہ اندرا ساہنی بنام یونین آف انڈیا والے معاملے ((1992 Supp.S.C.C.217) میں جسے عرف عام میں منڈل کیس کہا جاتا ہے، فیصلہ دیا گیا ہے۔ با الفاظ دیگر ان مراعات نایافتہ اور عدم استطاعت والے لوگوں کو مساوی تحفظ فراہم کرنے کے لیے جنھوں نے ہزار ہا سالوں تک چھوت چھات کو جسے آئین کی دفعہ 17 کے تحت ختم کیا گیا، جھیلا ہے اور ان قبائل کے لیے بھی ایجابی کارروائی ضروری ہے جو دیگر پسماندہ طبقات کی سماجی و تعلیمی پسماندگی کے سبب قومی دھارے سے دور رہے ہیں۔''

سپریم کورٹ نے کیلاش شنکر بنام مایا دیوی والے معاملے (اے آئی آر 1984 ایس سی 600) میں بھی اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ چھوت چھات سے دلتوں کی ثقافتی زندگی اور سماجی حیثیت پر منفی اثر پڑا ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ ذات پات کا نظام ہندو سماجی اقدار کا حصہ رہا ہے اور اس سے متعلقین کی ترقی اور ان کی ہر میدان میں پیش رفتگی پر بھی منفی اثر پڑا ہے۔ انھیں مراعات دے کر قومی دھارے میں لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پٹن چندرا جے دیوان بنام

ریاست گجرات والے معاملے (گجرات لا رپورٹر (349ر(2)2001) میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ سماجی انصاف کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ کمزور طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کو بھی انسان سمجھا جائے اور اسی حیثیت سے ان کی ضروریات کا اندازہ لگایا جائے۔

جہاں تک ڈاکٹر امبیڈکر کے انسانی حقوق کے علمبردار ہونے کی بات ہے تو وہ اس وقت ان حقوق کی لڑائی لڑ رہے تھے جب انسانی حقوق کا عالمگیر اعلامیہ وجود تک میں بھی نہیں آیا تھا۔ ان میں اس لڑائی کا جذبہ تو کمزور طبقات کے ساتھ زیادتی کے مدنظر اور خود اپنے اور اپنے خاندان کے ساتھ دلت ہونے کے ناطے غیر منصفانہ رویے کے باعث طالب علمی کے زمانے سے ہی پنپنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ آئین جس کی ڈرافٹنگ میں انھوں نے کلیدی رول ادا کیا اس کے حصہ 3 اور حصہ 4 کو اگر انسانی حقوق کا چارٹر کہا جائے تو غلط نہ ہوگا اور اگر ہم ان حصوں میں درج دفعات کے نفس موضوع کا موازنہ انسانی حقوق کا عالمگیر اعلانیہ کے نفس موضوع سے کریں تو ہم یقینی طور پر اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ان میں تقریباً تمام بنیادی انسانی حقوق کو شامل کرلیا گیا ہے۔ آیئے اب ہم اس اعلامیے کی دفعات کو نقل کرتے ہوئے یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس اعلامیے کی دفعات کی قریب ترین مماثل دفعات آئین میں کون کون سی ہیں۔

دفعہ 1

تمام انسان آزاد پیدا ہوتے ہیں اور عظمت وحقوق کے معاملے میں مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھیں عقل اور ضمیر عطا کیا جاتا ہے۔ انھیں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک کرنا چاہیے۔

(آئین کی دفعہ 14)

دفعہ 2

ہر شخص، کسی بھی امتیاز جیسے نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی یا دیگر فکر قومی یا سماجی نژاد جائیداد، پیدائش یا کسی دیگر حیثیت کے بغیر اس اعلامیہ میں صراحت کردہ تمام حقوق اور آزادیوں کا حقدار ہے۔

مزید برآں کسی بھی شخص کے ساتھ، اس ملک یا علاقہ کی، جس سے اس کا تعلق ہے سیاسی،

حاکمانہ یا بین الاقوامی حیثیت کی بنیاد پرخواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو، زیرانتداب ہو، غیر حکومت خوداختیاری میں ہو یا محدود خودمختار ہو، کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔

(آئین کی دفعہ 15)

دفعہ 3

ہر شخص کو زندگی، آزادی اور اپنی ذات کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔

(آئین کی دفعہ 21)

دفعہ 4

کسی بھی شخص کو غلام بنا کر نہیں رکھا جائے گا اور نہ ہی محکوم رکھا جائے گا، غلامی اور غلاموں کی تجارت ہر شکل میں ممنوع ہوگی۔

دفعہ 5

کسی شخص کو تشدد اور ظلم کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا اور کسی شخص کے ساتھ غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک نہیں کیا جائے گا۔ یا ایسی سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ 6

ہر شخص کو ہر جگہ قانون کی نظر میں ایک فرد کی حیثیت سے تسلیم کیے جانے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ 7

قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سبھی کو کسی بھی امتیاز کے بغیر مساوی قانونی تحفظ کا حق حاصل ہے۔ وہ اس اعلامیہ کی خلاف ورزی کے باعث ہونے والے کسی امتیاز اور ایسے امتیاز کی ترغیب کے خلاف مساوی تحفظ کے حقدار ہیں۔

(آئین کی دفعہ 14)

دفعہ 8

ہر شخص کو آئین یا قانون کے ذریعہ عطا کیے گئے بنیادی حقوق کے منافی کسی بھی فعل کے خلاف بااختیار قومی ٹریبونل میں مؤثر چارہ جوئی کا حق حاصل ہے۔

(آئین کی دفعات 32 و 226، 39 الف)

دفعہ 9

کسی بھی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

(آئین کی دفعات 21و22)

دفعہ 10

ہر شخص کو اپنے بنیادی حقوق و فرائض کے تعین میں یا اپنے خلاف عائد کردہ الزامات سے برأت کے لیے آزاد و خود مختار اور غیر جانبدار ٹریبونل میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا یکساں حق حاصل ہے۔

(آئین کی دفعات 32و226، 39الف)

دفعہ 11

ہر شخص، جس پر کسی تعزیری جرم کا الزام لگایا جائے، اس امر کا حق رکھتا ہے کہ اسے اس وقت تک بے گناہ سمجھا جائے، جب تک وہ کھلی عدالت میں قانون کے مطابق قصوروار ثابت نہ ہو جائے۔

دفعہ 12

من مانے طور پر کسی شخص کی خلوت، خاندان، گھر یا خط و کتابت میں مداخلت نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اس کی عزت اور شہرت پر کوئی حملہ کیا جائے گا۔ ہر شخص کو ایسی مداخلت یا حملے کے خلاف قانون کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔

دفعہ 13

ہر شخص کو اپنے ملک کی حدود میں نقل و حرکت اور رہائش کی آزادی کا حق حاصل ہے۔

(آئین کی دفعہ 19)

دفعہ 14

1- ہر شخص کو ظلم و تشدد سے بچنے کے لیے دوسرے ممالک میں پناہ لینے اور اس سے مستفید ہونے کا حق حاصل ہے۔

2- غیر سیاسی جرائم یا اقوام متحدہ کے اصول و مقاصد کے منافی افعال کے سلسلے میں جائز طور پر

قائم کیے گئے مقدمات سے بچنے کے لیے یہ حق قابل استعمال نہیں ہوگا۔

دفعہ 15

1- ہر شخص کو کوئی قومیت اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔
2- کسی شخص کو اس کی قومیت سے من مانے طور پر محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی قومیت تبدیل کرنے کے حق سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ 16

1- پوری عمر کے مردوں اور عورتوں کو نسل، قومیت یا مذہب کی کسی تحدید کے بغیر، باہم شادی کرنے اور خاندان کی بنیاد رکھنے کا حق حاصل ہے۔ شادی، دوران شادی اور اس کی تنسیخ کے سلسلے میں وہ مساوی حقوق رکھتے ہیں۔
2- شادی کے خواہش مند جوڑوں کی شادی ان کی مکمل رضامندی سے کی جائے گی۔
3- خاندان معاشرے کا قدرتی اور بنیادی اکائی گروپ ہے اور معاشرے اور ریاست کی طرف سے تحفظ کا حقدار ہے۔

دفعہ 17

1- ہر شخص کو تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل کر جائیداد رکھنے کا حق حاصل ہے۔
2- کسی کو من مانے طور پر اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

(آئین کی دفعہ 300 الف)

دفعہ 18

ہر شخص کو آزادئ خیال، آزادئ ضمیر اور آزادئ مذہب کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں اپنا مذہب یا عقیدہ تبدیل کرنے اور انفرادی اور اجتماعی طور پر علاحدگی میں یا سب کے سامنے اپنے مذہب یا عقیدے کی تعلیم، اس پر عمل، اس کے مطابق عبادت کرنے اور اس کی پابندی کرنے کی آزادی کا حق شامل ہے۔

(آئین کی دفعات 19، 25)

دفعہ 19

ہر شخص کو آزادیٔ رائے اور آزادیٔ اظہار کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں بلا مداخلت رائے رکھنے کی آزادی اور بالحاظ علاقائی حدود کسی بھی ذریعے سے اطلاعات اور نظریات تلاش کرنے، حاصل کرنے اور انھیں دوسروں تک پہنچانے کی آزادی شامل ہے۔

(آئین کی دفعہ 19)

دفعہ 20

-1 ہر شخص کو پرامن اجتماع اور جماعت سازی کی آزادی کا حق حاصل ہے۔

-2 کسی شخص کو کسی جماعت سے ملحق ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکے گا۔

(آئین کی دفعہ 19)

دفعہ 21

-1 ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ براہ راست یا آزادی سے منتخب نمائندوں کے ذریعے اپنے ملک کی حکومت میں حصہ لے۔

-2 ہر شخص کو اپنے ملک کی سرکاری ملازمتوں میں مساوی رسائی کا حق حاصل ہے۔

-3 عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقفہ وقفہ سے اور ایسے صحیح انتخابات کے ذریعہ ظاہر کی جائے گی جو عالمگیر اور مساوی رائے دہندگی پر مبنی ہوں اور جو خفیہ یا یکساں آزاد رائے دہی کے طریقہ پر کرائے جائیں۔

(آئین کی دفعات 16، 325،326)

دفعہ 22

معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور وہ قومی کوششوں اور بین الاقوامی تعاون کے ذریعے اور ہر ریاست کی تنظیم اور ذرائع کے مطابق ایسے معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق، جو اس کی شخصیت کی عظمت و آزاد نشوونما کے لیے ضروری ہوں، حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔

(آئین کی دفعہ 29)

دفعہ 23

1- ہر شخص کو کام، ملازمت کے آزادانہ انتخاب، کام کے منصفانہ اور موافق حالات اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق حاصل ہے۔

2- ہر شخص کو بلا امتیاز مساوی کام کے لیے مساوی تنخواہ کا حق حاصل ہے۔

3- ہر شخص کو جو کام کرتا ہے، ایسے منصفانہ اور موافق معاوضے کا حق حاصل ہے جو اس کو اور اس کے خاندان کو زندہ رکھے۔ اسے انسانی عظمت کے قابل بنائے اور اگر ضروری ہو، معاشرتی تحفظ کے دیگر ذرائع سے اس میں اضافہ کرے۔

4- ہر شخص کو اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ٹریڈ یونین بنانے اور اس میں شامل ہونے کا حق حاصل ہے۔

(آئین کی دفعات 19، 42)

دفعہ 24

ہر شخص کو آرام اور تفریح کا حق حاصل ہے جس میں اوقات کار کے معقول تعین اور تنخواہ کے ساتھ چھٹیوں کا حق بھی شامل ہے۔

(آئین کی دفعہ 43 الف)

دفعہ 25

1- ہر شخص کو ایسے معیار زندگی کا حق حاصل ہے جو اس کی اور اس کے خاندان کی صحت اور بہبود، بشمول غذا، لباس، رہائش، طبی دیکھ بھال اور ضروری سماجی خدمات کے حصول کے لیے کافی ہو، اور وہ بے روزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، پیرانہ سالی یا اس کے اختیار سے باہر کے حالات میں واقع ہونے والی عدم روزگار کی دیگر صورت حال میں تحفظ کا حق رکھتا ہے۔

2- ماں اور بچے کو خصوصی توجہ اور مدد کا حق حاصل ہے۔ تمام بچے، خواہ وہ شادی کے نتیجے میں پیدا ہوں یا بغیر شادی کے، یکساں سماجی تحفظ سے بہرہ ور ہونے کا حق رکھتے ہیں۔

(آئین کی دفعہ 47)

دفعہ 26

1- ہر شخص کو تعلیم کے حصول کا حق حاصل ہے۔ تعلیم مفت ہوگی، کم از کم ابتدائی اور بنیادی سطح پر۔ ابتدائی تعلیم لازم ہوگی۔ تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم عمومی طور پر میسر کی جائے گی اور اعلیٰ تعلیم تک اہلیت کے مطابق یکساں طور پر ہر شخص کی رسائی ہوگی۔

2- تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی مکمل نشوونما اور انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کی پختگی کا حصول ہوگا۔ تعلیم تمام اقوام، نسلی اور مذہبی گروہوں میں مفاہمت، رواداری اور دوستی کو فروغ دے گی اور قیام امن کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

3- والدین کو اپنے بچوں کو دی جانے والی تعلیم کے انتخاب کا ترجیحی حق حاصل ہوگا۔

(آئین کی دفعات 21 الف، 45)

دفعہ 27

1- ہر شخص کو آزادانہ طور پر معاشرے کی ثقافتی زندگی میں حصہ لینے، فنون لطیفہ سے حظ اٹھانے اور سائنسی ترقی اور اس کے فوائد سے مستفید ہونے کا حق حاصل ہے۔

2- ہر شخص کو سائنسی، ادبی اور فنون لطیفہ کی تخلیقات، جس کا کہ وہ شخص خالق ہو، کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے اخلاقی اور مادی فوائد کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔

(**نوٹ:** عالمگیر اعلامیے کی جن دفعات کے نیچے آئین کی قریب قریب مماثل درج نہیں ہیں اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہمارے ملک میں عوام کو یہ حقوق حاصل نہیں۔ دراصل یہ تمام حقوق کسی نہ کسی شکل میں آئین کے تحت بنائے گئے دیگر قوانین میں موجود ہیں۔)

ڈاکٹر امبیڈکر باوقار زندگی، مساوات اور اخوت جیسے بنیادی انسانی حقوق کی بحالی اور تحفظ کے لیے تاحیات لڑتے رہے اور یہ لڑائی وہ اس وقت لڑ رہے تھے جبکہ یہ الفاظ ہمارے قوانین میں موجود تک نہیں تھے۔ انھوں نے اپنی اس لڑائی کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا اور اگر اسے کلیسائی یا کلامی زبان میں کہا جائے تو ان کی یہ لڑائی کسی جہاد سے کم نہیں تھی۔ انھوں نے ان تمام لوگوں کی ڈٹ کر مخالفت کی جو کمزور طبقات کے لوگوں کو ان انسانی حقوق سے محروم کرنا چاہتے تھے جو کسی بھی

مہذب معاشرے میں ایک انسان کو ملنے چاہئیں ۔ وہ جن جن تحریکوں سے جڑے رہے اور اس کے لیے انھوں نے جو جو کام کیے اس کا ذکر ہم گزشتہ ابواب میں کر چکے ہیں ۔ وہ تمام طبقات کے لیے باوقار زندگی کی وکالت کرتے رہے اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ ابھی تک ہمارے ملک میں بہت سے لوگ اس باوقار زندگی سے تاہنوز محروم ہیں اور خود ہماری سپریم کورٹ اور کئی ہائی کورٹیں مختلف معاملوں میں یہ فیصلہ دے چکی ہیں کہ آج بھی ہمارے ملک میں بہت سے لوگ ایسی زندگی گزار رہے ہیں جو جانوروں کی زندگی سے بھی زیادہ بدتر ہے اور جس کی آئین کی دفعہ 21 میں ضمانت دی گئی ہے ۔ ملاحظہ فرمایئے درج ذیل معاملات میں دیے گئے فیصلے :

1- وٹل چودھری بنام نگرنگم جے پور اے آئی آر، 2004 راجستھان 17

2- ڈونگر بھائی وہیا بھائی پرمار بنام اشوک کتسیان، 2004 (100) ایف ایل آر 313 گجرات

3- شنکر بنرجی بنام درگاپور پروجیکٹ لمیٹڈ، اے آئی آر، 1988 کلکتہ 136

ارباب حکومت بھی اس ضمن میں عوام کو بہتر سہولیات فراہم کرنے کے لیے برسرپیکار ہیں اور ان کی مخلصانہ کوششوں کے ذریعہ عام حالات میں قدرے بہتری بھی آئی ہے ۔ ڈاکٹر امبیڈکر کے سماجی جمہوریت کے خواب کو پورا کرنے کے لیے عام لوگوں اور کمزور طبقات کے لیے ان کا معیار زندگی اونچا کرنے کے لیے بہت سی اسکیمیں بنائی جاتی رہی ہیں جیسے آئی سی ڈی ایس (آنگن واڑیاں) سروشکشا ابھیان، کشوری شکتی یوجنا، فیملی کونسلنگ مراکز، راشٹریہ مہیلا کوش، معذوروں کے لیے مختلف اسکیمیں و پروگرام ۔ علاوہ ازیں اقلیتوں کے لیے بھی مولانا آزاد فاؤنڈیشن قائم کی گئی ہے اور طلبہ کو وظائف و قرض دینے کی سہولیات بھی فراہم کی جارہی ہیں اس کے علاوہ اقلیتی خواتین کی اختیارکاری اور ان میں قائدانہ صلاحیت پیدا کرنے سے متعلق اسکیمیں بھی تیار کی گئی ہیں اور ان پر عمل بھی کیا جارہا ہے ۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے آئین کے ڈرافٹ کو پیش کرتے ہوئے 25 نومبر 1949 کو اپنی تقریر میں واضح طور پر یہ بات کہی تھی کہ سیاسی جمہوریت کی بقا اس پر منحصر ہے کہ اس کی بنیاد سماجی جمہوریت پر ہو ۔ ہمارے آئین میں شامل بنیادی حقوق اور مملکت کے ہدایتی اصولوں سے ان کی اس سوچ اور ذہنی رجحان کی مکمل طور پر عکاسی ہوتی ہے اور جیسا کہ اوپر بعد از مواز نہ یہ درج کیا جا چکا ہے کہ

آئین کی متذکرہ بالا دفعات اور انسانی حقوق کا عالمگیر اعلامیہ اگر چہ نفس موضوع کے اعتبار سے مکمل طور پر یکساں نہیں مگر ان دونوں دستاویز کی روح اور غرض لگ بھگ ایک ہی ہے۔ یہاں اگر یہ کہا جائے کہ آئینی توضیحات کو انسانی حقوق کا عالمگیر اعلامیہ کی دفعات کے مقابلے میں زیادہ مضبوطی حاصل ہے تو غلط نہ ہوگا چونکہ آئین کی دفعات اور اس کے تحت بنائے گئے قوانین پر عمل کرنا قانونی طور پر لازمی ہے جبکہ متذکرہ بالا اعلامیہ کی دفعات کی عمل درآمدگی کے معاملے میں یہ دستاویز محض سفارشاتی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر کی متذکرہ خوبیوں کی باعث ہی ان کو حکومت ہند نے بھارت رتن کا خطاب عطا کیا جس کے وہ حقیقی طور پر حقدار تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہندوستان میں مصلحین قوم میں ڈاکٹر امبیڈکر کو حیثیت سر بفلک حاصل ہے تو کم از کم اس نقطۂ نظر سے غلط نہ ہوگا کہ ان کا پیغام ہندوستان کے گھر گھر پہنچا۔ دریں صورت جس طرح ہم گاندھی جی کو بابائے قوم کا درجہ دیتے ہیں تو اگر ہم ڈاکٹر امبیڈکر کو ہندوستان میں انسانی حقوق کا مثالی پرجوش محافظ اور کمزور طبقات کا مسیحا کہیں تو غلط نہ ہوگا۔ کچھ اہلیان قلم کا یہ قول کہ بیسویں صدی کے قدآور رہنماؤں و مصلحین میں ان کا قد سب سے اونچا تھا یقینی طور پر اس بنیاد پر بالکل درست ہے کہ انھوں نے جس بہادری اور صدق دلی کے ساتھ ذات پات کے نظام کے خلاف اور سماجی انصاف کے لیے لڑائی لڑی اس کی دوسری مثال نہیں ملتی اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انگریزی کا یہ مقولہ ان پر مکمل طور پر صادق آتا تھا:

'only a wearer knows where the shoe pinches'.

(جوتا پہننے والا شخص ہی یہ بتا سکتا ہے کہ اس کے جوتا کہاں چبھ رہا ہے)

وہ ایک پچھڑی ذات والے خاندان میں پیدا ہوئے تھے اور ذات پات کے مارے ہندستانی سماج میں وہ، ان کے اہل خاندان اور ان طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد ان کی نظر کے سامنے سماجی ظلم وستم سہتے رہے مگر ڈاکٹر صاحب کو اس صورت حال نے کبھی مایوس نہیں کیا بلکہ وہ اس سے برابر مزید تحریک حاصل کرتے رہے اور سبھی لوگوں کو پروقار زندگی، مکمل آزادی اور سماجی انصاف دلانے اور آپسی بھائی چارے کو قائم رکھنے کے لیے برابر جدوجہد کرتے رہے چونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ سب انسان برابر ہیں اور ان کے ساتھ کسی بھی طرح کا غیر منصفانہ رویہ

اختیار نہیں کیا جانا چاہیے اور اگر ایسا کیا جاتا ہے تو یہ نہ صرف شہری حقوق بلکہ عالمی پیمانے پر مسلمہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہوگی۔

ڈاکٹر امبیڈکر اور درج فہرست ذاتوں و درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کو آئینی و قانونی تحفظ

ڈاکٹر امبیڈکر کو درج فہرست ذاتوں و درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کا مسیحا کہا جاتا ہے مگر یاد رہے کہ وہ ان کے مسیحا ضرور تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ 'سب کے لیے نیک خواہشات اور کسی سے بیر نہیں' جیسے مفروضہ کو محض قیاسی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس ضمن میں ان کی سوچ مکمل طور پر عملی و نتائجی تھی۔ آئین کا ہر ہر لفظ اس بات کا دستاویزی ثبوت ہے۔ آئین صرف 'الف'، 'ب' اور 'ج' کے لیے نہیں۔ یہ تو 'الف' تا 'ے' سب کے لیے ہے۔ آئین کی درج ذیل دفعات میں سے کچھ دفعات تو براہ راست درج فہرست ذاتوں و درج فہرست قبائل سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ دفعات ایسی ہیں جن کا اطلاق سب پر ہوتا ہے۔

دفعہ 14- قانون کی نظر میں مساوات: مملکت کسی کو بھارت کے علاقہ میں قانون کی نظر میں مساوات یا یکساں قانونی تحفظ سے محروم نہیں کرے گی۔

تبصرہ

اس دفعہ کا اطلاق سب پر ہوتا ہے۔ اس دفعہ کے دو جز ہیں۔ پہلے جز میں ''قانون کی نظر میں مساوات'' اور دوسرے جز میں ''یکساں قانونی تحفظ'' جیسی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں جہاں تک پہلی اصطلاح یعنی قانون کی نظر میں مساوات کا سوال ہے وہ اس جانب اشارہ کرتی ہے

کہ سبھی لوگ بغیر کسی امتیاز کے ملک کا جو بھی قانون ہے اس کے تابع ہوں گے اور کسی بھی شخص کو خواہ اس کا کوئی بھی درجہ یا حیثیت ہو قانون کی نظر میں کوئی بالا دستی حاصل نہیں ہوگی۔ اگر محمود و ایاز کے روبرو ایک ہی صورت حال ہے تو انھیں قانون کی نظر میں برابر سمجھا جائے گا یعنی Similarly situated persons shall be treated equally۔ جہاں تک دوسری اصطلاح یعنی یکساں قانونی تحفظ کی تعبیر کا سوال ہے اس اصطلاح کا مفہوم یہ ہے کہ یکساں حالات و واقعات کے تحت تمام افراد کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے یکساں قانونی تحفظ حاصل ہوگا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں نکالا جا سکتا اور نہ ہی یہ تعبیر کی جا سکتی ہے کہ سرکار کچھ لوگوں کو حسب ضرورت تحفظ فراہم کرنے کے لیے مخصوص رعایتیں یا مراعات نہیں دے سکتی۔ مناسب درجہ بندی کا اصول جسے انگریزی میں Doctrine of reasonable classification کہتے ہیں ہمیشہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ کچھ مخصوص لوگوں، طبقوں اور زمروں کے لیے مخصوص قانون بنایا جا سکتا ہے اور ان کو مخصوص رعایتیں یا مراعات دی جا سکتی ہیں۔ یہ کارروائی امتیازی سلوک کے زمرے میں نہیں آتی۔ درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائلوں و پچھڑے طبقوں اور اقلیتوں کے تحفظ کے لیے نہ صرف بھارت کے آئین کی توضیعات بلکہ دیگر قوانین کی توضیعات بھی اس کسوٹی پر کھری اترتی ہیں۔

ویسٹرن یو۔ پی۔ الیکٹرک پاور اینڈ سپلائی کمپنی لمیٹڈ بنام اتر پردیش والے معاملے (اے آئی آر 1970 ایس سی 21) میں سپریم کورٹ نے مناسب درجہ بندی کے اصول کو پوری پوری اہمیت دیتے ہوئے یہ فیصلہ دیا تھا کہ آئین کی دفعہ 14 اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ جو افراد ایک ہی صورت حال میں ہیں یعنی ہر لحاظ سے برابر ہیں تو انھیں برابر سمجھا جانا چاہیے۔ اس دفعہ کا مقصد اس قسم کے افراد کو مناسب تحفظ فراہم کر کے امتیازی سلوک سے محفوظ رکھنا ہے۔ لیکن یہ درجہ بندی معقول اور مناسب ہونی چاہیے نہ کہ من مانی۔ ناتھ دوارہ مندر والے معاملے میں یعنی سوریہ نرائن چودھری بنام ریاست راجستھان والے معاملے (اے آئی آر 1989 راجستھان 99) میں یہ فیصلہ دیا گیا تھا کہ ہریجنوں کو اس مندر میں بنا روک ٹوک داخل ہونے دیا جائے گا اور انھیں کنٹھی مالا پہننے اور شدھی کے لیے گنگا جل چھڑکنے جیسی باتوں کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس قسم کے

امتیازی رویہ سے آئین کی دفعہ 14، دفعہ 15 اور دفعہ 17 کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ دفعہ 14 کی خلاف ورزی کی بے شمار نظائر موجود ہیں کیونکہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں زیادہ تر رٹ پٹیشن اسی دفعہ کی خلاف ورزی کی بنیاد پر داخل کیے جاتے ہیں۔ یہاں ان تمام نظائر کو پیش کرنا ممکن نہیں ہے لیکن متذکرہ بالا نظائر کے علاوہ کچھ اور نظیریں یہاں پیش کی جارہی ہیں تاکہ قارئین حق مساوات کو صحیح طور پر سمجھ سکیں۔ ایر انڈیا بنام نرگس مرزا والے معاملے (اے آئی آر 1981 ایس سی 1829) میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ وہ تجویز جس کی رو سے ایر ہوسٹس نرگس مرزا کی ملازمت اس بنیاد پر ختم کردی گئی تھی کہ وہ پہلی بار حاملہ ہوئی تھی آئین کی دفعہ 14 کی خلاف ورزی ہے۔ کماری شری لیکھا ودیارتھی بنام ریاست اتر پردیش والے معاملے {1991 اے سی سی آر 184 (ایس سی)} میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ یہ مکمل طور پر طے ہو چکا ہے کہ ہر سرکاری حکم Arbitrariness سے مبرا ہونا چاہیے چونکہ یہی دفعہ 14 کی روح ہے اور من مانے ڈھنگ سے کیے گئے کسی بھی حکم سے اقتدار قانون کی نفی ہوتی ہے۔ یہ اطمینان کرنے کے لیے کہ آیا سرکاری حکم کا قانونی جواز ہے یا نہیں ہمیشہ یہی پیمانہ اختیار کرنا ہوگا اور ایسی صورت حال میں مملکت یا سرکار اپنے فیصلے کا کسی فرد واحد کے فیصلے سے موازنہ نہیں کرسکتی۔ معاہداتی سودوں کے معاملوں میں بھی سرکاری اور نجی شعبوں کے بیچ ہمیشہ امتیازی صورت حال موجود رہتی ہے یعنی دونوں فیصلے مختلف ہوتے ہیں اور مختلف بنیادوں پر کیے جاتے ہیں۔

جنرل سکریٹری لنگوسٹک مائنارٹیز پروٹکشن کمیٹی بنام ریاست کرناٹک والے معاملے (اے آئی آر 1989 کرناٹک 226) میں یہ فیصلہ دیا گیا تھا کہ حکومت کا یہ فیصلہ آئین کی دفعہ 14 کی خلاف ورزی نہیں ہے کہ ریاست میں مستقل طور پر رہائش پذیر لسانی اقلیتیں سہ لسانی فارمولے کی رو سے سرکاری زبان کنڑ کو ہائی اسکول میں تین زبانوں میں سے ایک کے طور پر پڑھیں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ایسے شہری جو مستقل طور پر کرناٹک میں رہائش پذیر ہیں انھیں یہ چاہیے کہ وہ سرکاری زبان کو بھی سیکھیں۔ لیکن ہائی کورٹ نے اس سلسلے میں صادر کیے گئے حکم کو اس بنیاد پر قابل اعتراض قرار دیا کہ اس میں تمام سکنڈری اسکولوں میں صرف کنڑ کو پہلی زبان کے طور پر پڑھنے کی بات کہی گئی تھی اور ایسا کرنا آئین کی دفعہ 14 کی خلاف ورزی ہے۔ شری سیتارام شوگر کمپنی لمیٹڈ

بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1990 ایس سی 1277) میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ کسی بھی قانونی، انتظامی یا نیم عدالتی کارروائی کو، جس سے آئین یا متعلقہ ایکٹ یا قانون کے عام اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہو یا وہ اس قدر من مانے ڈھنگ سے یا نامناسب طریقے سے کی گئی ہو کہ کوئی بھی ذی عقل انسان ایسا کرنے سے گریز کرتا، عدالت میں چیلنج کیا جاسکتا ہے۔ عدالت نے اپنی اس رائے کا اظہار لازمی اشیا ایکٹ، 1955 کے تحت چینی کی قیمت متعین کرنے سے متعلق حکم کو چیلنج کیے جانے سے متعلق ایک اپیل میں کیا تھا۔

منورنجن داس بنام ریاست مغربی بنگال والے معاملے (اے آئی آر 1998 کلکتہ 22) میں جس میں اسکول کی انتظامیہ نے ایک تجویز پاس کرکے اور عطیہ لے کر اسکول کا نام بدل دیا تھا لیکن انھوں نے ایسا قانونی توضیعات کے عین مطابق کیا تھا، یہ فیصلہ دیا تھا کہ چونکہ یہ کارروائی ادارے کے فروغ کے لیے کی گئی ہے اس لیے اسے درست اور صحیح کہا جائے گا۔

اندرا ساہنی بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1993 ایس سی 477) میں سپریم کورٹ نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ کسی بھی مہذب معاشرے میں یہ ضروری ہے کہ وہاں ہر شخص کی عزت اس کے وقار اور حرمت کی حفاظت کی جائے اور یہ تبھی ممکن ہے جب سب کو، خواہ ذاتی حیثیت کی بات ہو یا مواقع حاصل ہونے کی، مساوی مواقع میسر کرائے جائیں۔ معاشرتی زندگی کے کسی بھی شعبے میں مساوی مواقع میسر نہ کرانا معاشرے کے امور میں مساوی شراکت اور یکساں حیثیت نہ دینے کے مترادف ہے۔ اگر کسی بھی معاشرے میں لوگوں کی کثیر تعداد کو آگے بڑھنے، ملک کے انتظام و انصرام میں حصہ لینے یا انھیں اس قسم کے مواقع فراہم کرنے سے محروم کیا جاتا ہے تو اسے جمہوری بنیادوں کا فقدان کہا جائے گا۔ ایسی محرومی بالواسطہ یا بلاواسطہ ہوسکتی ہے اور دونوں صورتوں میں یہی سمجھا جائے گا کہ عوام کو محرومی کا شکار ہونا پڑا۔

قانون حقیقتاً معاشرتی اور تقسیمی انصاف کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پتھما بنام ریاست کیرالہ والے معاملے (اے آئی آر 1978 ایس سی 1) میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ معاشرتی انصاف کے ذریعہ کے طور پر قانون کا کردار یہ ہونا چاہیے کہ وہ تقسیمی انصاف کو یقینی بنائے اور یہ دیکھے کہ معاشرے میں عوام کے بیچ دولت کی تقسیم مناسب طریقے سے ہو رہی ہے یا نہیں۔

قانون کی نظر میں سب برابر ہیں یعنی چھوٹے بڑے مرد اور عورت و بچے۔ گوروجین بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1997 ایس سی 3021) میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ سماج کو اس بات کی فکر ہونی چاہیے کہ بچوں کو ان کے حقوق حاصل ہوں تا کہ کمزور طبقے کی خواتین اپنے بچوں کو استحصال سے محفوظ رکھ سکیں اور ان کی ناجائز تجارت سے گریز کریں نیز اپنے بچوں کی صحیح طور پر پرورش کریں تا کہ وہ پروقار زندگی گزار سکیں اور اپنے آپ کو غلط ماحول سے محفوظ رکھ سکیں۔ معاشرے کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر طرح سے بچوں کو معاشرتی زندگی کے دھارے میں مکمل شرکت کا حق دے۔ چونکہ بچوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ انھیں مساوی مواقع میسر ہوں، ان کے وقار اور حرمت کا تحفظ کیا جائے اور ان کی ہر طرح سے دیکھ بھال کی جائے اور بغیر کسی قصور کے ان پر پہلے سے ہی کوئی کلنک نہ لگایا جائے۔ بچوں کے حقوق سے متعلق کنونشن میں، آئین کے جز 3 میں دیے گئے بنیادی حقوق میں، انسانی حقوق کے عالمگیر اعلامیے میں اور مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصولوں میں جو توضیعات کی گئی ہیں ان کا فائدہ مساوی طور پر بچوں کو بھی پہنچنا چاہیے۔ تبھی ان دستاویزوں کو بامعنی دستاویزات کہا جائے گا اور اس سے بچوں کی ایسی معاشرتی، تعلیمی، معاشی اور ثقافتی ترقی ہوگی جس سے کہ وہ معاشرتی دھارے کا حصہ بن سکیں اور ان بچوں کو یعنی کمزور طبقے کے بچوں کو وہی مواقع مل سکیں جو دوسرے بچوں کو حاصل ہیں۔

جہاں تک خواتین کی بات ہے۔ آج بھی ان کے ساتھ زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں امتیاز برتا جاتا ہے آج بھی حالت یہ ہے کہ دنیا کی تقریباً چوتھائی عورتوں کے ساتھ گھروں میں زیادتیاں کی جاتی ہیں اور وہ تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ دنیا میں دس فیصدی سے پچاس فیصدی تک عورتوں کو اپنی گھریلو زندگی میں تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عالمی بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق گھریلو اور جنسی تشدد میں مرنے والی عورتوں کی تعداد کینسر، سڑک حادثات، جنگ اور ملیریا میں مرنے والی عورتوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔ سپریم کورٹ نے وشاکھا اور دیگر بنام ریاست راجستھان والے معاملے ((1997)2 ایس سی سی 241) میں پہلی بار اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ عورتوں کی عصمت کا تحفظ ان کا بنیادی حق ہے۔ اس فیصلے میں سپریم کورٹ نے جنسی مساوات اور جنسی تفریق جیسے موضوعات پر تفصیل سے اظہار رائے کیا ہے۔ اس فیصلے میں سپریم کورٹ نے سرکاری

اداروں اور غیر سرکاری اداروں اور ایسے تمام اداروں کو جہاں پر خواتین ملازمت کرتی ہیں یہ ہدایات جاری کی ہیں کہ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ خواتین کے ساتھ کسی قسم کا امتیاز نہ برتا جائے کمیٹیاں بنائی جائیں تاکہ خواتین کا جنسی و دیگر طور پر استحصال نہ ہو سکے۔ والں سما پال بنام کوچین یونیورسٹی والے معاملے (اے آئی آر 1996 ایس سی 1011) میں بھی سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ خواتین کے ساتھ جنسی بنیاد پر اگر کوئی امتیاز برتا جاتا ہے تو اس سے بنیادی آزادیوں اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ انسانی حقوق کے عالمگیر اعلامیہ میں بھی انسان حقوق اور بنیادی آزادیوں کا اعادہ کیا گیا ہے۔ جمہوریت، ترقی وفروغ اور انسانی حقوق کا احترام و بنیادی آزادیاں ایک دوسرے پر اس طرح منحصر اور ایک دوسرے سے منسلک ہیں کہ ایک پر دوسرے کے بغیر عمل درآمد نہیں کیا جاسکتا۔ خواتین، جس میں چھوٹی بچیاں بھی شامل ہیں، کے حقوق کو آفاقی حیثیت بھی حاصل ہے۔ مدھو کشور بنام ریاست بہار والے معاملے (اے آئی آر 1996 ایس سی 1864) میں سپریم کورٹ نے خواتین کے ساتھ کسی بھی طرح کا امتیاز ختم کرنے سے متعلق کنونشن 1989 (CEDAW) کی توضیعات پر غور کیا تھا اور یہ فیصلہ دیا تھا کہ وہ بنیادی حقوق اور ہدایتی اصولوں کا لازمی جز ہے۔ CEDAW کی دفعہ 2(ہ) فریقین مملکتوں کو یہ حکم اور ہدایت دیتی ہے کہ وہ اپنے اپنے دساتیر، بین الاقوامی کنونشنوں اور انسانی حقوق کے تحفظ سے متعلق قوانین میں نئی روح پھونکیں تاکہ جنسی تفریق کو روکا جا سکے اور خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے ان کے معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کو عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ انسانی حقوق تحفظ ایکٹ کی دفعہ 12 قومی کمیشن پر ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ اس ایکٹ کی توضیعات پر مکمل عمل درآمد ہو تاکہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی خلاف ورزی کو روکا جا سکے۔

رندھیر بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1982 ایس سی 879) کے علاوہ، جس میں یکساں کام کے لیے یکساں اجرت کے اصول پر تفصیل سے بحث کی گئی تھی، سپریم کورٹ نے گرہ کلیان کیندر ورکرس یونین بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1991 ایس سی 1173) میں یہ کہا ہے کہ اگر یکساں کام کے لیے یکساں اجرت نہیں دی جاتی تو اسے آئین کی دفعہ 14 کی رو سے غیر مناسب درجہ بندی کہا جائے گا۔ البتہ اگر متعلقہ فریقین کے کارہائے منصبی مختلف

ہیں تو ان کی اجرت بھی مختلف ہوگی جیسا کہ وسودیون بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1990 ایس سی 2295) میں فیصلہ دیا گیا ہے۔

دفعہ 15- مذہب، نسل، ذات یا جنس یا مقام پیدائش کی بنا پر امتیاز کی ممانعت:

(1) مملکت محض مذہب، نسل، ذات، جنس یا مقام پیدائش یا ان میں سے کسی کی بنا پر کسی شہری کے ساتھ امتیاز نہیں برتے گی۔

(2) کوئی شہری محض مذہب، نسل، ذات، جنس، مقام پیدائش یا ان میں سے کسی کی بنا پر......

(الف) دُکانوں، عام ریستوراں، ہوٹلوں یا عام تفریح گاہوں میں داخلہ کے لیے، یا

(ب) کلی یا جزوی طور سے مملکتی فنڈ سے قائم یا خلایق عامہ کے استعمال کے لیے وقف کنووں، تالابوں، اشنان گھاٹوں، سڑکوں اور عام آمدورفت کے مقامات کے استعمال کے تعلق سے کوئی نا قابلیت، ذمہ داری یا پابندی یا شرط نہ ہوگی۔

(3) اس آئین میں کوئی امر اس میں مانع نہ ہوگا کہ مملکت عورتوں اور بچوں کے لیے کوئی خاص توضیع کرے۔

(4) اس دفعہ یا دفعہ 29 کے فقرہ (2) کا کوئی امر شہریوں کے سماجی اور تعلیمی حیثیت سے پس ماندہ طبقات یا درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں کی ترقی کے لیے خصوصی توضیع کرنے میں مملکت کا مانع نہ ہوگا۔

(5) اس دفعہ یا دفعہ 19 کے فقرہ (1) کے ذیلی فقرہ (ز) کا کوئی امر مملکت کو سماجی اور تعلیمی طور سے پسماندہ شہریوں کے طبقات کی ترقی کے لیے یا درج فہرست ذاتوں یا درج فہرست قبائل کے لیے قانون کے ذریعہ کوئی خصوصی توضیع کیے جانے میں مانع نہیں ہوگا، جہاں تک ایسی خصوصی توضیعات دفعہ 30 کے فقرہ (1) میں مصرحہ اقلیتی تعلیمی اداروں سے مختلف تعلیمی اداروں میں جن میں پرائیویٹ تعلیمی ادارے بھی ہیں، چاہے انھیں مملکت سے امداد ملتی ہو یا نہیں، داخلہ سے متعلق ہیں۔

تبصرہ

اس دفعہ میں یہ بات صاف صاف کہی گئی ہے کہ مملکت محض مذہب، نسل، ذات، جنس یا

مقام پیدائش یا ان میں سے کسی کی بنا پر کسی شہری کے خلاف امتیاز نہیں برتے گی یا کوئی شہری محض مذہب، نسل، ذات، جنس، مقام پیدائش یا ان میں سے کسی کی بنا پر دکانوں، عام ریستوراں، ہوٹلوں یا عام تفریح گاہوں میں داخلے کے لیے یا کلی یا جزوی طور سے مملکتی فنڈ سے قائم یا خلائق عامہ کے استعمال کے لیے وقف کنوؤں، تالابوں، اشنان گھاٹوں، سڑکوں اور عام آمدورفت کے مقامات کے استعمال کا اہل نہ ہوگا یا اس پر کوئی ذمہ داری، پابندی یا شرط نہ ہوگی۔ البتہ دفعہ 15(4) میں مملکت کو اس بات کا حق دیا گیا ہے کہ وہ سماجی اور تعلیمی حیثیت سے پسماندہ طبقات یا درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں کی ترقی کے لیے خصوصی قوانین بنا سکتی ہے۔ اس دفعہ میں یہ توضیع اس لیے کی گئی ہے تا کہ ان طبقات کو عدم مساوات کا احساس نہ ہو اور وہ یہ محسوس کر سکیں کہ ان کو وہی مراعات حاصل ہیں جو دیگر طبقوں کو میسر ہیں اور وہ اقتصادی اور سماجی طور پر اس سطح تک پہنچنے کے مستحق ہیں جہاں تک دوسرے طبقات پہنچ چکے ہیں یا پہنچ سکتے ہیں۔ سوریہ نرائن چودھری بنام ریاست راجستھان والے معاملے (اے آئی آر 1989 راجستھان 99) میں یہ فیصلہ دیا گیا تھا کہ ہریجنوں کو اس مندر میں بنا روک ٹوک داخل ہونے دیا جائے گا اور انھیں کنٹھی مالا پہننے اور شدھی کے لیے گنگا جل چھڑکنے جیسی باتوں کے لیے مجبور نہ کیا جائے گا کیونکہ اس قسم کے امتیازی رویے سے آئین کی دفعہ 14، دفعہ 15 اور دفعہ 17 کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

دفعہ 16- سرکاری ملازمت کے لیے مساوی مواقع:

(1) تمام شہریوں کے لیے مملکت کے تحت کسی عہدہ پر ملازمت یا تقرر سے متعلق مساوی موقع حاصل رہے گا۔

(2) کوئی شہری محض مذہب، نسل، ذات، جنس، نسب، مقام پیدائش، بود و باش یا ان میں سے کسی کی بنا پر مملکت کے تحت کسی ملازمت یا عہدے کے لیے نہ تو نا قابل ہوگا اور نہ اس کے ساتھ امتیاز برتا جائے گا۔

(3) اس دفعہ میں کوئی امر پارلیمنٹ کے ایسا قانون بنانے میں مانع نہ ہوگا جس میں ریاست یا یونین علاقہ کی حکومت یا ان کے اندر کسی مقامی یا دیگر حاکم کے تحت کسی قسم یا اقسام کی ملازمت یا کسی عہدے پر تقرر کی بابت ایسی ملازمت یا تقرر کے قبل اس ریاست میں

یا یونین علاقہ کے اندر بودوباش کی ضروری شرط مقرر کی جائے۔

(4) اس دفعہ کا کوئی امر تقررات یا عہدوں کو شہریوں کے کسی ایسے پسماندہ طبقہ کے حق میں جس کی مملکت کے تحت ملازمتوں میں مملکت کی رائے میں کافی نمائندگی نہ ہو محفوظ کرنے کے لیے کوئی توضیع کرنے میں مانع نہ ہوگا۔

(4الف) اس دفعہ کا کوئی امر ریاست کو ایسی درج فہرست ذاتوں اور قبیلوں کے حق میں، جن کی نمائندگی مملکت کے خیال میں مملکت کے تحت ملازمتوں میں ناکافی ہے، مملکت کے تحت ملازمتوں میں کسی بھی قسم کے عہدوں پر ترقی، بشمول نتیجی سینئرٹی کے، میں تحفظ کے لیے توضیع کرنے میں مانع نہیں ہوگا۔

(4ب) اس دفعہ کا کوئی امر مملکت کو کسی سال میں بھری نہ گئی کن ہی ایسی خالی جگہوں کو جو فقرہ (4) یا فقرہ (4الف) کے تحت کیے گئے تحفظ کے لیے کسی توضیع کے مطابق اس سال میں بھری جانے کے لیے محفوظ کی گئی ہیں، آنے والے کسی سال یا سالوں میں بھری جانے کے لیے علاحدہ قسم کی خالی جگہوں کی مانند غور کرنے میں مانع نہیں ہوگا اور ایسی قسم کی خالی جگہوں پر اس سال کی خالی جگہوں کے ساتھ جس میں وہ بھری جارہی ہیں اس سال کی خالی جگہوں کی کل تعداد کی بابت پچاس فیصد کی حد کا تعین کرنے کے لیے غور نہیں کیا جائے گا۔

(5) اس دفعہ کے کسی امر کا کوئی اثر ایسے قانون کے نفاذ پر نہ ہوگا جس میں یہ توضیع درج ہو کہ کسی مذہبی یا فرقہ جاتی ادارے کے امور سے متعلق کوئی عہدہ دار یا ایسے ادارے کی مجلس انتظامی کا کوئی رکن کسی خاص مذہب کا پیرو یا کسی خاص فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔

تبصرہ

دفعہ 16 میں روزگار کے معاملے میں بھی سبھی لوگوں کو مساوی مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔ اس دفعہ کے مطابق تمام شہریوں کے لیے کسی بھی سرکاری عہدے پر ملازمت یا تقرری کے مساوی مواقع حاصل ہوں گے اور کوئی شہری محض مذہب، نسل، ذات، جنس، نسب، مقام پیدائش، بود وباش یا ان میں سے کسی کی بنا پر مملکت کے تحت کسی ملازمت یا عہدے کے لیے نہ تو نااہل ہوگا اور نہ اس کے ساتھ کسی قسم کا امتیاز برتا جائے گا۔ البتہ دفعہ 16 (3) میں یہ بات واضح کردی گئی ہے

کہ اس دفعہ میں کوئی امر پارلیمنٹ کے ایسا قانون بنانے میں مانع نہ ہوگا جس میں ریاست یا یونین علاقے کی حکومت یا ان کے اندر کسی مقامی یا دیگر حاکم کے تحت کسی قسم کی ملازمت یا کسی عہدے پر تقرری کی بابت ایسی ملازمت یا تقرری سے قبل اس ریاست میں یا یونین علاقے کے اندر بودوباش کی ضروری شرط مقرر کی جائے۔ اس دفعہ کے ساتھ ساتھ دفعہ 16 (4) میں پسماندہ طبقات کے حقوق کے تحفظ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ توضیع کی گئی ہے کہ اس دفعہ کا کوئی امر تقررات یا عہدوں کو شہریوں کے کسی ایسے پسماندہ طبقے کے حق میں جس کی مملکت کے تحت ملازمتوں میں مملکت کی رائے میں کافی نمائندگی نہ ہو محفوظ کرنے کے لیے کسی توضیع میں مانع نہ ہوگا۔ اسی طرح دفعہ 16 (5) میں اس بات کو واضح کر دیا گیا ہے کہ اس دفعہ کے کسی امر کا کوئی اثر ایسے قانون کے نفاذ پر نہ ہوگا جس میں یہ توضیع درج ہو کہ کسی مذہبی یا فرقہ جاتی ادارے کے امور سے متعلق کوئی عہدے دار یا ایسے ادارے کی مجلس انتظامی کا کوئی رکن کسی خاص مذہب کا پیرو یا کسی خاص فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔

اس دفعہ کی تعبیر کرتے وقت سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں نے اس بات کا پورا پورا خیال رکھا ہے کہ کوئی بھی فریق، فرقہ یا سماج کا کوئی طبقہ اس کا ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔ مثلاً عہدوں کے تحفظ یا اتر پردیش کے معاملے میں سپریم کورٹ نے ڈاکٹر چندر شیکھر پاسوان بنام ریاست بہار والے معاملے (اے آئی آر 1988 ایس سی 959) میں اور اس کے بعد بہت سے معاملوں میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ اگر کسی اسامی کی تعداد صرف ایک ہے تو اس اسامی کو ریزرو نہیں کیا جا سکتا۔ اس تعبیر سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ریزرویشن سو فیصدی نہیں ہو سکتی۔ اگر سپریم کورٹ یہ فیصلہ نہ دیتی اور جب بھی اسامی کی تعداد ایک ہوتی تو وہ اسامی ریزرو ہو جاتی اور اس کا مطلب صاف طور پر یہ ہوتا کہ سو فیصدی تحفظ عطا کیا گیا ہے جبکہ آئین میں اس قسم کی کوئی توضیع نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کسی توضیع میں اس قسم کا جذبہ نہاں ہے۔

دفعہ 17- چھوت چھات کا خاتمہ: چھوت چھات کا خاتمہ کیا جاتا ہے اور کسی بھی شکل میں اس پر عمل کرنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ چھوت چھات کی بنا پر کوئی نا قابلیت عائد کرنا بموجب قانون قابل سزا جرم ہوگا۔

دفعہ 19- آزادیٔ تقریر وغیرہ سے متعلق بعض حقوق کا تحفظ:

(1) تمام شہریوں کو حق حاصل ہوگا......

(الف) تقریر اور اظہار کی آزادی کا،

(ب) امن پسندانہ طریقہ سے اور بغیر ہتھیاروں کے جمع ہونے کا،

(ج) انجمنیں یا یونین، یا کوآپریٹیو سوسائٹیاں قائم کرنے کا،

(د) بھارت کے سارے علاقہ میں آزادانہ نقل و حرکت کرنے کا،

(ہ) بھارت کے علاقہ کے کسی حصہ میں بود و باش کرنے اور بس جانے کا، اور

(و).......................................(ترک کیا گیا)

(ز) کسی پیشہ کے اختیار کرنے یا کسی کام دھندے، تجارت یا کاروبار کے چلانے کا۔

(2) فقرہ (1) کے ذیلی فقرہ (الف) میں کوئی امر کسی موجودہ قانون کے نفاذ کو متاثر نہ کرے گا۔ نہ مملکت کے کسی قانون کے بنانے میں مانع ہوگا جس حد تک ایسا قانون مذکورہ ذیلی فقرہ کے عطا کیے ہوئے حق کے استعمال پر بھارت کے اقتدار اعلیٰ اور سالمیت، مملکت کی سلامتی، دوسرے ممالک سے دوستانہ تعلقات، امن عامہ، شائستگی یا اخلاق عامہ کی اغراض کے لیے یا توہین عدالت، ازالہ حیثیت عرفی یا کسی جرم کے لیے اکسانے کے تعلق سے معقول پابندیاں عائد کرے۔

(3) مذکورہ فقرہ کے ذیلی فقرہ (ب) میں کوئی امر کسی موجودہ قانون کے نفاذ کو متاثر نہ کرے گا نہ وہ مملکت کے کسی قانون بنانے میں مانع ہوگا، جس حد تک وہ ذیلی فقرہ مذکور کے عطا کیے ہوئے حق کے استعمال پر بھارت کے اقتدار اعلیٰ اور سالمیت یا امن عامہ کی اغراض کے لیے معقول پابندیاں عائد کرے۔

(4) مذکورہ فقرہ کے ذیلی فقرہ (ج) میں کوئی امر کسی موجودہ قانون کے نفاذ کو متاثر نہ کرے گا نہ وہ مملکت کے لیے ایسا قانون بنانے میں مانع ہوگا جس حد تک وہ اس ذیلی فقرہ کے عطا کیے ہوئے حق کے استعمال پر بھارت کے اقتدار اعلیٰ اور سالمیت یا امن عامہ یا اخلاق عامہ کی اغراض کے لیے معقول پابندیاں عائد کرے۔

(5) مذکورہ فقرہ کے ذیلی فقرات (د) اور (ہ) میں کوئی امر کسی موجودہ قانون کے نفاذ کو متاثر نہ کرے گا نہ وہ مملکت کے کسی قانون بنانے میں مانع ہوگا جس حد تک وہ ان ذیلی فقروں سے عطا کیے ہوئے حقوق میں سے کسی حق کے استعمال پر اخلاق عامہ کی اغراض کے لیے یا کسی درج فہرست قبیلہ کے مفادات کی حفاظت کے لیے معقول پابندیاں عائد کرے۔

(6) مذکورہ فقرہ کے ذیلی فقرہ (ز) کا کوئی امر کسی موجودہ قانون کے نفاذ کو متاثر نہ کرے گا نہ وہ مملکت کے کسی قانون بنانے میں مانع ہوگا، جس حد تک وہ اس ذیلی فقرہ کے عطا کیے ہوئے حق کے استعمال پر اخلاق عامہ کی اغراض کے لیے معقول پابندیاں عائد کرے اور خاص طور پر اس ذیلی فقرہ میں کوئی امر کسی موجودہ قانون کے نفاذ کو متاثر نہ کرے گا اور نہ مملکت کے کسی قانون بنانے میں مانع ہوگا جس حد تک کہ وہ......

(1) ان پیشہ ورانہ یا تکنیکی قابلیتوں سے متعلق ہو جو کسی پیشہ کے اختیار کرنے یا کسی کام دھندے، تجارت یا کاروبار کے چلانے کے لیے ضروری ہوں، یا

(2) مملکت یا ایسی کارپوریشن کی جو مملکت کی ملکیت ہو یا اس کے زیر اختیار ہو کسی تجارت یا کاروبار، صنعت یا سروس کے خواہ شہریوں کی کلی یا جزوی شرکت کے بغیر یا دیگر طور پر چلانے سے متعلق ہو۔

تبصرہ

اسی طرح ہمدرد دواخانہ والے معاملے (اے آئی آر 1960 ایس سی 554) میں حکومت کے ذریعہ اشتہارات سے متعلق بنائے گئے ایک قانون کو اس بنیاد پر چیلنج کیا گیا تھا کہ اشتہارات پر پابندی، آزادئ اظہار کو اثر انداز کرتی ہے یا بالفاظ دیگر اس آزادی میں کمی آجاتی ہے۔ اس معاملے میں سپریم کورٹ نے یہ کہا تھا کہ کسی اشتہار کی صحیح نوعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اشتہار کس غرض کو پورا کرنے کے لیے دیا گیا ہے اس طرح سے وہ اشتہار انسانی سوچ کو مشتہر کرنے اور خیالات کا اظہار کرنے کے درجے میں آتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ دفعہ 19 (1) (الف) کی حدود میں آتا ہے۔

اسی دفعہ کے فقرہ (2) میں متذکرہ بالا آزادیوں پر مناسب پابندیاں عائد کرنے کی بات بھی

کہی گئی ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ معقول پابندیاں کیا ہیں، معقول یا مناسب پابندی وہ پابندی ہے جو من مانے ڈھنگ سے نہ لگائی جائے یا جو شدید نوعیت کی نہ ہو اور وہ پابندی صرف اس حد تک ہو، جس حد تک مفاد عامہ کے لیے ضروری ہو۔ ایسی پابندیاں عائد کرتے وقت دو پہلوؤں کی جانب خاص دھیان دیا جانا چاہیے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ایسی پابندیاں عائد کرنے سے وہ کون سا حق یا حقوق ہیں جن کی خلاف ورزی ہوگی اور دوسری جانب اس بات پر غور کیا جانا چاہیے کہ ایسی پابندی قابل عمل ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ عدالت کو بھی سرکار کی کسی پالیسی کے معاملے میں تب تک دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ سرکار کا اس ضمن میں کیا گیا فیصلہ بالکل من مانا اور نا مناسب نہ ہو۔

ایسی پابندی صرف سرکار کی سلامتی، غیر ملکوں سے دوستانہ تعلقات، امن عامہ، شائستگی یا اخلاق، توہین عدالت، ازالہ حیثیت عرفی، کسی جرم کے لیے اکسانے یا بھارت کے اقتدار اعلیٰ اور سالمیت کے اغراض کے لیے ہی عائد کی جا سکتی ہے۔ خواجہ احمد عباس بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1971 ایس سی 481) میں سپریم کورٹ نے آئین کی دفعہ 19 (ا) (الف) کے تحت فلموں کی سنسر شپ کو اس بنیاد پر صحیح قرار دیا تھا کہ فلمیں آرٹ کی دیگر چیزوں سے مختلف ہوتی ہیں چونکہ موشن پکچر سے جتنے زیادہ جذبات متاثر ہوتے ہیں اتنے زیادہ آرٹ کی کسی اور چیز سے متاثر نہیں ہوتے۔

دفعہ 20- اثبات جرائم کے بارے میں تحفظ:

(1) کسی شخص کو، بجز اس کے کہ جو اس قانون کی خلاف ورزی میں ہو جو اس فعل کے ارتکاب کے وقت نافذ ہو کسی جرم کا مجرم قرار نہیں دیا جائے گا جس کا اس پر بطور جرم الزام لگایا گیا ہو اور نہ اس کو اس سے زیادہ سزا دی جائے گی جو ارتکاب جرم کے وقت نافذ قانون کے تحت دی جا سکتی تھی۔

(2) کسی شخص کے خلاف ایک ہی جرم کے لیے ایک سے زیادہ مرتبہ نہ تو مقدمہ چلایا جائے گا اور نہ اس کو سزا دی جائے گی۔

(3) کسی شخص کو جس پر کسی جرم کا الزام ہو خود اپنے ہی خلاف گواہ بننے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ 21- جان (نفس) اور شخصی آزادی کا تحفظ: کسی شخص کو اس کی جان یا شخصی آزادی سے قانون کے ذریعہ قائم کیے ہوئے ضابطہ کے سوا کسی اور طریقہ سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

تبصرہ

اے.کے گوپالن بنام ریاست مدراس والے معاملے (اے آئی آر 1950 ایس سی 88) میں سپریم کورٹ نے ''قانون کے ذریعہ قائم کیے ہوئے ضابطے'' کے بارے میں یہ تعبیر کی تھی کہ اس ضابطے سے مراد وہ ضابطہ ہے جو مملکت یعنی پارلیمنٹ یا ریاستی اسمبلی کے ذریعہ قائم کیا گیا ہو۔ جہاں تک شخصی آزادی کی بات ہے یہ آزادی سماج کے ہر طبقے کے ہر فرد کو حاصل ہے چاہے وہ حاکم ہو یا محکوم، ظالم ہو یا مظلوم، مالک ہو یا نوکر، عورت ہو یا مرد، منصف ہو یا قیدی۔ حسین آرا خاتون (II) بنام ہوم سیکریٹری ریاست بہار والے معاملے ((1980)1 ایس سی سی 98) میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ اگر کسی شخص کو اس کی قید کی مدت سے زیادہ قید میں رکھا جاتا ہے تو اس سے اس کی شخصی آزادی کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور ایسا کرنا سراسر ناانصافی ہے۔ علاوہ ازیں مینکا گاندھی بنام یونین آف انڈیا والے معاملے ((1978)1 ایس سی آر 626) میں ''قانون کے ذریعہ قائم کیے ہوئے ضابطے'' کے بارے میں سپریم کورٹ نے یہ کہا تھا کہ یہ ضابطہ مناسب، معقول اور صحیح ہونا چاہیے۔ اگر کوئی ایسا ضابطہ جس میں کسی ملزم کو قانونی خدمات کا فائدہ اٹھانے سے محروم رکھا جاتا ہے تو وہ ضابطہ، مناسب معقول اور صحیح نہیں کہلائے گا۔

پریم شکلا والے معاملے ((1994)3 ایس سی سی 569) میں ملزم کو ہتھکڑی لگانے کی مذمت کرتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ آئین کی دفعہ 19 کے تحت عطا کی گئی آزادی کو ہتھکڑی لگا کر کم نہیں کیا جاسکتا۔

سمن بیہڑا والے (نیلا بتی بنام ریاست اڑیسہ) معاملے (اے آئی آر 1993 ایس سی 1960) میں سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ تحویل کے دوران کسی شخص کی موت، کسی مہذب سماج میں، جہاں پر قانون کے اقتدار کا اطلاق ہوتا ہے، غالباً سب سے بدترین جرم ہے۔ اس کے علاوہ کرتار سنگھ بنام ریاست پنجاب والے معاملے ((1997)1 ایس سی سی 416) میں سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ پوچھ تاچھ کے دوران کسی شخص کو نہ کوئی اذیت دی جاسکتی ہے اور نہ کوئی سخت تکلیف

پہنچائی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ تیسرے درجے کا یعنی ناروا برتاؤ کیا جاسکتا ہے۔

سپریم کورٹ نے ڈی. کے. باسو بنام ریاست مغربی بنگال والے معاملے (اے آئی آر 1997 ایس سی 610) میں کہا تھا کہ ملزم کی تحویل کے دوران کورٹ کی گیارہ ہدایتوں میں سے کسی بھی ہدایت پر عمل نہ کرنے کی صورت میں متعلقہ سرکاری افسر کو توہین عدالت کے لیے سزا دی جاسکتی ہے۔ کچھ اہم ہدایات اس طرح تھیں:

- ان پولس والوں کا ریکارڈ رکھا جائے جنھوں نے کسی شخص کو گرفتار کیا ہو۔
- گرفتاری کا ریکارڈ رکھا جائے۔
- حراست یا نظر بندی کے دوران، حراست میں رکھا گیا یا نظر بند کیا گیا شخص کہاں پر ہے، اس بات کا ریکارڈ رکھا جائے اور اس کے خیر خواہوں، عزیزوں، رشتہ داروں اور جان پہچان والوں کو اس کی گرفتاری کی اطلاع دی جائے۔
- گرفتار کیے گئے یا حراست میں رکھے گئے شخص کا وقتاً فوقتاً طبی معائنہ کرایا جائے تاکہ اس بات کا پتہ لگایا جاسکے کہ تحویل کے دوران اس کے ساتھ کسی جبر یا طاقت کا استعمال تو نہیں کیا جارہا ہے اور یہ کہ اس کی صحت کیسی ہے۔
- معائنہ میمو تیار کی جائے، اس میں مضرت، چوٹ یا زخم کا ریکارڈ رکھا جائے تاکہ تحویل کے دوران کیے گئے کسی بھی تشدد کا آسانی پتہ لگایا جاسکے۔

سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ تمام سرکاری ایجنسیوں کو ان ہدایات پر سختی سے عمل کرنا ہوگا، ان ہدایات میں کوسٹل گارڈ، سی. آر. پی، سی. آئی. ایس، ایف، سی. بی. آئی، ریاستی مسلح پولس۔ سی. آئی. ڈی، ٹریفک پولس جیسے ادارے آتے ہیں۔

ول چودھری بنام نگر نگم جے پور والے معاملے (اے آئی آر 2004 راجستھان 17) میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ زندگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جانوروں جیسی زندگی گزاری جائے۔ زندگی سے مراد باعزت زندگی ہے۔ روزگار کی تلاش میں گاؤں دیہات سے آکر بڑے شہروں میں بسنے والے لوگ اپنی معاشی بدحالی کے سبب پٹریوں پر رہتے ہیں اور رفع حاجت کے لیے بھی سڑکوں اور فٹ پاتھ کا استعمال کرتے ہیں۔ اس سے انسانی وقار مجروح ہوتا ہے۔

اب سے لگ بھگ پندرہ سال پہلے سپریم کورٹ نے ایم سی مہتا بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1991 ایس سی 420) میں خطرناک کیمیادی اشیا سے متعلق ہدایات دیتے وقت اور آئین کی دفعہ 21 کی تعبیر کرتے وقت اپنی ضمنی رائے (Obiter dicta) پیش کرتے ہوئے یہ اظہار خیال کیا تھا کہ حفاظت نفس (زندگی)، صحت عامہ اور ماحولیات کو تو بے روزگاری جیسے معاشی مسائل تک کے مقابلہ میں بھی ترجیح دی جانی چاہیے۔ 1991 میں سپریم کورٹ نے سبھاش بنام ریاست بہار والے معاملے (اے آئی آر 1996 ایس سی 2969) میں ہوا کی آلودگی کے بارے میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ آلودگی سے پاک وصاف ہوا کا حق آئین کی دفعہ 21 کے دائرہ میں آتا ہے۔ اسی طرح اس عدالت نے 1997 میں بی، ایل وڈھیرہ بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1987 ایس سی 1086) میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ آلودگی سے پاک وصاف پانی کا حق بھی دفعہ 21 کے دائرے میں آتا ہے۔

دفعہ 21 الف۔ تعلیم کا حق: مملکت، چھ سال سے چودہ سال تک کی عمر کے بچوں کے لیے ایسے طریقے سے، جو مملکت قانون کے ذریعے، طے کرے، مفت اور لازمی تعلیم دینے کا انتظام کرے گی۔

دفعہ 22- بعض صورتوں میں گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ:

(1) کسی ایسے شخص کو جسے گرفتار کیا جائے ایسی گرفتاری کی وجوہ سے جس قدر جلد ہو سکے آگاہ کیے بغیر حوالات میں نہ رکھا جائے گا اور نہ اس کو اپنی پسند کے قانونی پیشہ ور سے صلاح لینے اور پیروی کروانے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔

(2) ہر اس شخص کو جسے گرفتار کیا جائے اور حوالات میں بند رکھا جائے ایسی گرفتاری سے چوبیس گھنٹے کی مدت کے اندر اس مدت کو چھوڑ کر جو مقام گرفتاری سے مجسٹریٹ کے اجلاس تک سفر کرنے کے لیے ضروری ہو، قریب ترین مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا جائے گا اور کسی ایسے شخص کو کسی مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر مذکورہ مدت سے زیادہ حوالات میں نہ رکھا جائے گا۔

( ) فقرات (1) اور (2) کے کسی امر کا اطلاق نہ ہوگا:۔

(الف) ایسے شخص پر جو فی الوقت غیر ملکی دشمن ہو، یا

(ب) کسی ایسے شخص پر جو کسی ایسے قانون کے تحت جس میں انسدادی نظر بندی کا حکم ہو گرفتار یا نظر بند کیا جائے۔

(4) کوئی قانون جس میں انسدادی نظر بندی کی توضیع ہو کسی شخص کو تین ماہ سے زیادہ مدت تک نظر بند رکھنے کا مجاز نہ کرے گا بجز اس کے کہ،

(الف) ان اشخاص پر مشتمل مشاورتی بورڈ نے جو کسی ہائی کورٹ کے جج ہوں یا رہ چکے ہوں یا اس کے ججوں کی حیثیت سے تقرر کے اہل ہوں تین ماہ کی مذکورہ مدت کے منقضی ہونے سے پہلے رپورٹ دی ہو کہ اس کی رائے میں ایسی نظر بندی کی معقول وجہ ہے،

بشرطیکہ اس ذیلی فقرہ کا کوئی امر کسی شخص کو اس انتہائی مدت سے جو فقرہ (7) کے ذیلی فقرہ (ب) کے تحت پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی قانون کے ذریعہ مقرر کی گئی ہو زیادہ نظر بند رکھنے کا مجاز نہ کرے گا، یا

(ب) ایسے شخص کو کسی ایسے قانون کی توضیعات کے مطابق نظر بند کیا جائے جس کو پارلیمنٹ نے فقرہ (7) کے ذیلی فقرات (الف) اور (ب) کے تحت بنایا ہو۔

(5) جب کسی شخص کو انسدادی نظر بندی کی توضیع کرنے والے کسی قانون کے تحت صادر کیے ہوئے کسی حکم کی متابعت میں نظر بند کیا جائے تو وہ حاکم، جس نے وہ حکم صادر کیا ہو، جس قدر جلد ہو سکے ایسے شخص کو ان وجوہ کی اطلاع دے گا جن کی بنا پر وہ حکم صادر کیا گیا ہو اور اس کو اس حکم کے خلاف عذرات پیش کرنے کا جلد سے جلد موقع دے گا۔

(6) فقرہ (5) کے کسی امر سے ایسا حکم دینے والے حاکم کے لیے جس کا اس فقرہ میں حوالہ ہے ان واقعات کا ظاہر کرنا لازم نہ ہوگا جن کا ظاہر کرنا ایسا حاکم مفاد عامہ کے خلاف سمجھے۔

(7) پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ مقرر کر سکے گی......

(الف) کس صورت حال میں اور کس قسم یا اقسام کے معاملوں میں کوئی شخص تین ماہ سے زیادہ مدت تک کسی ایسے قانون کے تحت نظر بند رکھا جا سکے گا جس میں فقرہ (4) کے ذیلی فقرہ (الف) کے مطابق مشاورتی بورڈ کی رائے حاصل کیے بغیر انسدادی نظر بندی کا حکم ہو،

(ب) وہ انتہائی مدت جس کے لیے کوئی شخص کسی قسم یا اقسام کے معاملوں میں ایسے قانون

کے تحت جس میں انسدادی نظر بندی کی توضیع ہو نظر بند رکھا جا سکے گا، اور

(ج) وہ ضابطہ جس پر مشاورتی بورڈ فقرہ (4) کے ذیلی فقرہ (الف) کے تحت کسی تحقیقات میں عمل کرے گا۔

استحصال کے خلاف حق

دفعہ 23- انسانوں کی تجارت اور جبری خدمت کی ممانعت:

(1) انسانوں کی تجارت اور بیگار اور دوسری ایسی ہی اقسام کی جبری خدمت کی ممانعت کی جاتی ہے اور اس حکم کی کوئی خلاف ورزی جرم ہوگی جس کی قانون کے مطابق سزا دی جا سکتی ہے۔

(2) اس دفعہ کا کوئی امر مملکت کے اغراض عامہ کے لیے جبری خدمت لینے میں مانع نہ ہوگا اور ایسی خدمت لینے میں مملکت محض مذہب، نسل، ذات یا طبقہ یا ان میں سے کسی کی بنا پر امتیاز نہ برتے گی۔

دفعہ 24- بچوں کو کارخانوں وغیرہ میں مامور کرنے کی ممانعت: چودہ سال سے کم عمر کا کوئی بچہ کسی کارخانہ یا کان میں کام کرنے کے لیے مامور نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی دوسرے خطرناک کام پر لگایا جائے گا۔

مملکت کی حکمت عملی کے ہدایتی اصول

دفعہ 38- مملکت لوگوں کی بہبودی کے فروغ کے لیے سماجی نظام قائم کرے گی:

(1) مملکت ایسے سماجی نظام کو جس میں قومی زندگی کے سب ادارے سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف سے بہرہ ور ہوں جہاں تک اس سے ہو سکے مکمل طور پر قائم اور محفوظ کر کے لوگوں کی بہبودی کو فروغ دینے میں کوشاں رہے گی۔

(2) مملکت خصوصی طور پر نہ صرف افراد کے مابین بلکہ مختلف علاقوں کے رہنے والے یا مختلف پیشوں میں کام کرنے والے اشخاص کے مابین آمدنی میں عدم توازن کم کرنے کی کوشش کرے گی نیز حیثیت، سہولتوں اور مواقع میں عدم توازن ختم کرنے کا اقدام کرے گی۔

دفعہ 39- حکمت عملی کے کچھ اصول جن پر مملکت عمل کرے گی: مملکت اپنی حکمت عملی کو خاص طور سے اس امر کے اطمینان کے لیے عمل میں لائے گی کہ......

(الف) مرد اور عورت سب شہریوں کو مساوی طور پر معقول ذرائع معاش کا حق حاصل ہو،

(ب) قوم کے ماڈی وسائل کی ملکیت اور ان پر نگرانی کی اس طرح تقسیم ہو جس سے حتی المقدور عام بھلائی مقصود ہو،

(ج) معاشی نظام اس طرح نہ چلایا جائے جس سے دولت اور پیداوار کے ذرائع ایک جگہ جمع ہو کر عوام کے لیے مضرت رساں ہوں،

(د) عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے مساوی کام کے لیے مساوی اجرت ہو،

(ہ) کام گر مردوں اور عورتوں کی صحت، طاقت اور بچوں کی کم سنی سے بے جا فائدہ نہ اٹھایا جائے اور وہ شہری، معاشی ضرورت سے ایسے حرفے میں جانے پر مجبور نہ ہوں جو ان کی عمر یا طاقت کے لیے نامناسب ہوں،

(و) یہ کہ بچوں کو صحت مند طریقہ سے اور آزاد و پروقار ماحول میں پڑھنے کے مواقع اور سہولتیں فراہم کی جائیں اور بچپن اور جوانی میں استحصال اور اخلاقی و ماڈی بے اعتنائی سے انھیں محفوظ رکھا جائے۔

دفعہ 39 الف۔ **مساویانہ انصاف اور مفت قانونی امداد:** مملکت اس امر کو یقینی بنائے گی کہ قانونی نظام پر ایسا عملدر آمد ہو جس سے مساوی مواقع فراہم کرتے ہوئے انصاف کو فروغ ہو اور بالخصوص مناسب قانون سازی سے یا اسکیمیں مرتب کر کے یا کسی دیگر طریقے سے مفت قانونی امداد اس طرح فراہم کی جائے جس سے اس امر کا تیقن ہو کہ معاشی یا دیگر نا اہلیتوں کی بنا پر کسی شہری کو انصاف حاصل کرنے کے حق سے محروم نہیں رکھا گیا ہے۔

دفعہ 46-**درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں اور دوسرے زیادہ کمزور طبقوں کے تعلیمی اور معاشی مفادات کا فروغ:** مملکت خاص توجہ کے ساتھ عوام کے زیادہ کمزور طبقوں اور خاص طور سے درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں کے تعلیمی اور معاشی مفادات کو فروغ دے گی اور ان کو سماجی ناانصافی اور ہر قسم کے استحصال سے بچائے گی۔

دفعہ 164-**وزرا سے متعلق دیگر توضیحات:**

(1) وزیر اعلیٰ کا تقرر گورنر کرے گا اور دوسرے وزیروں کا تقرر گورنر وزیر اعلیٰ کی صلاح سے

کرے گا اور وزرا گورنر کی خوشنودی حاصل رہنے تک اپنے عہدوں پر فائز رہیں گے۔
مگر شرط یہ ہے کہ چھتیس گڑھ، جھارکھنڈ، مدھیہ پردیش اور اڑیسہ کی ریاستوں میں قبائل کی بہبود کا نگراں ایک وزیر ہوگا جو اس کے علاوہ درج فہرست ذاتوں اور پسماندہ طبقوں کی بہبودی یا کسی دوسرے کام کا نگراں ہو سکے گا۔

(1الف) وزرا کی کونسل میں مع وزیراعلیٰ وزرا کی کل تعداد اس ریاست کی قانون ساز اسمبلی کے ارکان کی کل تعداد کا 15% سے زیادہ نہیں ہوگی:

لیکن کسی ریاست میں مع وزیراعلیٰ کے وزرا کی تعداد 12% سے کم نہیں ہوگی:

مزید شرط یہ ہے کہ جہاں آئین (91ویں ترمیم) ایکٹ، 2003 کے نفاذ کے وقت کسی ریاست کی وزرا کی کونسل میں مع وزیراعلیٰ کے وزرا کی کل تعداد، جیسی بھی صورت ہو، متذکرہ بالا 15% یا پہلے فقرۂ شرطیہ میں مصرحہ تعداد سے زیادہ ہے وہاں اس ریاست میں وزرا کی کل تعداد ایسی تاریخ سے، جو صدر عام نوٹیفکیشن کے ذریعہ مقرر کریں، چھ ماہ کے اندر اندر اس فقرے کی توضیعات کے مطابق لائی جائے گی۔

(1ب) کسی سیاسی جماعت کی کسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی کا یا کسی ریاست کی مجلسِ قانون ساز کے کسی ایوان کا جس میں مجلسِ قانون ساز بھی شامل ہے، کوئی رُکن ہونے کے لیے نااہل ہے، اپنی نااہلیت کی تاریخ سے شروع ہونے والی اور اس تاریخ تک جس کو ایسے رُکن کی حیثیت سے اس کے عہدے کی معیاد ختم ہوگی یا جہاں وہ ایسی مدّت کے ختم ہونے سے قبل، جیسی بھی صورت ہو، کسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی کے لیے یا مجلسِ قانون ساز والی کسی ریاست کے ودھان منڈل کے کسی ایوان کے لیے کوئی الیکشن لڑتا ہے، اس تاریخ تک جس کو اسے منتخب کیے جانے کا اعلان کیا جاتا ہے، ان میں سے جو بھی پہلے ہو، کی مدّت کے دوران، فقرہ (1) کے تحت وزیر کی حیثیت سے تقرری کیے جانے کے لیے بھی نہ اہل ہوگا۔

(2) وزرا کی کونسل ریاست کی قانون ساز اسمبلی کے روبرو اجتماعی طور پر ذمہ دار ہوگی۔

(3) ہر وزیر کو اپنا کام شروع کرنے سے قبل گورنر عہدے اور رازداری کے حلف ان نمونوں کے

مطابق دلائے گا جو اس غرض سے تیسرے فہرست بند میں دیے گئے ہیں۔

(4) کوئی وزیر جو چھ ماہ کی متواتر کسی مدت کے لیے ریاستی مجلس قانون ساز کا رکن نہ رہا ہو اس مدت کے منقضی ہونے پر وزیر نہ رہے گا۔

(5) وزیروں کی یافت اور الاؤنس ایسے ہوں گے جن کا ریاست کی مجلس قانون ساز وقتاً فوقتاً قانون کے ذریعہ تعین کرے اور ریاست کی مجلس قانون ساز کے ایسا تعین کرنے تک وہ ایسے ہوں گے جن کا تعین دوسرے فہرست بند میں کیا گیا ہے۔

دفعہ 243د۔ نشستوں کا تحفظ:

(1) ہر ایک پنچایت میں

(الف) درج فہرست ذاتوں اور

(ب) درج فہرست قبائل

کے لیے نشستیں محفوظ رہیں گی اور اس طرح محفوظ نشستوں کی تعداد کا تناسب، اس پنچایت میں بلا واسطہ انتخاب کے ذریعہ بھری جانے والی نشستوں کی کل تعداد سے حتی الامکان وہی ہوگا جو اس پنچایت حلقہ میں درج فہرست ذاتوں کی اور اس پنچایت حلقہ میں درج فہرست قبائل کی آبادی کا تناسب اس علاقے کی کل آبادی سے ہے اور ایسی نشستیں کسی پنچایت میں مختلف انتخابی حلقے کو باری باری سے الاٹ کی جاسکیں گی۔

(2) فقرہ (1) کے تحت محفوظ نشستوں کی کل تعداد کی کم سے کم ایک تہائی نشستیں، جیسی بھی صورت ہو، درج فہرست ذاتوں یا درج فہرست قبائل کی عورتوں کے لیے محفوظ رہیں گی۔

(3) ہر ایک پنچایت میں بلا واسطہ انتخاب کے ذریعہ بھری جانے والی نشستوں کی کل تعداد کی کم سے کم ایک تہائی نشستیں (جن کے تحت درج فہرست ذاتوں اور قبائل کی عورتوں کے لیے محفوظ نشستوں کی تعداد بھی ہے) عورتوں کے لیے محفوظ رہیں گی اور ایسی نشستیں کسی پنچایت میں مختلف انتخابی حلقے کو باری باری سے الاٹ کی جاسکیں گی۔

(4) گاؤں یا کسی اور سطح پر پنچایتوں میں میر مجلسوں کے عہدے درج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل اور عورتوں کے لیے ایسے طریقے سے محفوظ رہیں گے، جو ریاست کی قانون

سازاسمبلی، قانون کےذریعہ توضیع کرے۔

بشرطیکہ کسی ریاست میں ہرایک سطح پر پنچایتوں میں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے لیےمحفوظ میرمجلسوں کےعہدوں کی تعداد کا تناسب ہرایک سطح پراس پنچایت میں ایسے عہدوں کی کل تعداد سے حتی الامکان وہی ہوگا جو اس ریاست میں درج فہرست ذاتوں اور قبائل کی آبادی کا تناسب اس ریاست کی کل آبادی سے ہے۔

مزید شرط یہ ہے کہ ہرایک سطح پر پنچایتوں میں میرمجلسوں کےعہدوں کی کل تعداد کےکم سے کم ایک تہائی عہدے عورتوں کے لیےمحفوظ رہیں گے۔

مزید شرط یہ بھی کہ اس فقرہ کےتحت محفوظ عہدوں کی تعداد ہرایک سطح پر مختلف پنچایتوں کو باری باری سے الاٹ کی جائے گی۔

(5) فقرہ (1) اور فقرہ (2) کےتحت نشستوں کا تحفظ اور فقرہ (4) کےتحت میرمجلسوں کے عہدوں کا تحفظ (جوعورتوں کے لیےتحفظ سے مختلف ہے) دفعہ 334 میں مصرحہ مدت کے اختتام پر موثرنہیں رہےگا۔

(6) اس حصے کی کوئی بات کسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی کو پچھڑے ہوئے شہریوں کے کسی طبقے کےحق میں کسی سطح پر کسی پنچایت میں نشستوں کے یا پنچایتوں میں میرمجلسوں کے عہدوں کےتحفظ کے لیےکوئی توضیع کرنے سےنہیں روکےگی۔

بعض طبقوں سے متعلق خصوصی توضیعات

دفعہ 330-درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں کے لیےلوک سبھا میں نشستیں محفوظ کیا جانا:

(1) لوک سبھا میں نشستیں محفوظ کی جائیں گی...

(الف) درج فہرست ذاتوں کے لیے،

(ب) آسام کےخود اختیاری اضلاع کےدرج فہرست قبیلوں کوچھوڑکر دیگر درج فہرست قبیلوں کے لیے؛ اور

(ج) آسام کےخود اختیاری اضلاع میں درج فہرست قبیلوں کے لیے۔

(2) ان نشستوں کی تعداد کا جو درج فہرست ذاتوں یا درج فہرست قبیلوں کے لیے فقرہ (1) کے تحت کسی ریاست یا (یونین علاقہ) میں محفوظ کی جائیں ان نشستوں کی کل تعداد سے جو اس ریاست یا یونین علاقہ کو لوک سبھا میں مختص کی جائیں تقریباً وہی تناسب ہوگا جو درج فہرست ذاتوں کی آبادی کا اس ریاست یا یونین علاقہ میں یا درج فہرست قبیلوں کی آبادی کا اس ریاست یا یونین علاقہ میں یا اس ریاست یونین علاقہ کے جز میں، جیسی کہ صورت ہو، جس کی بابت نشستیں اس طرح محفوظ کی جائیں اس ریاست یا یونین علاقہ کی کل آبادی میں ہے۔

(3) فقرہ (2) میں مندرج کسی امر کے باوجود ان نشستوں کی تعداد جو آسام کے خود اختیاری اضلاع میں درج فہرست قبیلوں کے لیے لوک سبھا میں محفوظ کی جائے ان نشستوں کی کل تعداد سے جو اس ریاست کو مختص کی جائیں، ایسا تناسب ہوگا جو اس تناسب سے کم نہ ہوگا جو مذکورہ خود اختیاری اضلاع میں درج فہرست قبیلوں کی آبادی کا ریاست کی کل آبادی سے ہو۔

تشریح۔ اس دفعہ اور دفعہ 332 میں اصطلاح ''آبادی'' سے وہ آبادی مراد ہے جس کا تعین گزشتہ مردم شاری میں کیا گیا ہو جس کی نسبت اعداد و شمار شائع کیے گئے ہیں۔

بشرطیکہ اس تشریح میں گزشتہ ایسی مردم شاری کے حوالے سے جس کی نسبت متعلقہ اعداد و شمار شائع ہو چکے ہیں تاوقتیکہ سال 2026 کے بعد پہلی مردم شاری کے متعلقہ اعداد و شمار شائع نہ ہوئے ہوں 2001 کی مردم شاری کا حوالہ متصور ہوگا۔

دفعہ 332۔ ریاستوں کی قانون ساز اسمبلیوں میں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں کے لیے نشستوں کا تحفظ:

(1) ہر ریاست کی قانون ساز اسمبلی میں درج فہرست ذاتوں کے لیے اور آسام کے خود اختیاری ضلعوں کے درج فہرست قبیلوں کو چھوڑ کر دیگر درج فہرست قبیلوں کے لیے نشستیں محفوظ رہیں گی۔

(2) ریاست آسام کی قانون ساز اسمبلی میں خود اختیاری اضلاع کے لیے بھی نشستیں محفوظ کی جائیں گی۔

(3) ان نشستوں کی تعداد کا جو درج فہرست ذاتوں یا درج فہرست قبیلوں کے لیے فقرہ (1) کے

تحت کسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی میں محفوظ کی جائیں اسمبلی کی نشستوں کی کل تعداد سے، جہاں تک ہو سکے وہی تناسب ہوگا جو اس ریاست میں درج فہرست ذاتوں کی آبادی کا یا اس ریاست یا اس کے جز میں، جیسی کہ صورت ہو، درج فہرست قبیلوں کی آبادی کا، جس کی بابت نشستیں اس طرح محفوظ کی جائیں، اس ریاست کی آبادی میں ہے۔

(3الف) فقرہ (3) میں کسی امر کے باوجود 2026 کے بعد کی گئی پہلی مردم شماری کی بنیاد پر اروناچل پردیش، میگھالیہ، میزورم اور ناگالینڈ ریاستوں کی قانون ساز اسمبلیوں میں نشستوں کی تعداد کے، دفعہ 170 کے تحت تنظیم نو کا نفاذ ہونے تک جو نشست ایسی کسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی درج فہرست قبیلوں کے لیے محفوظ کی جائیں گی وہ...

(الف) اگر آئین (ستاونویں ترمیم) ایکٹ 1987 کے نافذ ہونے کی تاریخ کو ایسی ریاست کی موجودہ قانون ساز اسمبلی میں (جسے ایک فقرہ میں اس کے بعد موجودہ قانون ساز اسمبلی کہا گیا ہے) سبھی نشستیں درج فہرست قبیلوں کے ارکان کے ذریعہ رکھی ہوئی ہیں تو اس نشست کو چھوڑ کر سبھی نشستیں ہوں گی؛ اور

(ب) کسی دیگر حالت میں اتنی نشستیں ہوں گی جن کی تعداد کا تناسب نشستوں کی کل تعداد کے اس تناسب سے کم نہیں ہوگا جو موجودہ قانون ساز اسمبلی میں درج فہرست قبیلوں کے ارکان کی (مذکورہ تاریخ کو اس طرح موجود) تعداد کا تناسب موجودہ قانون ساز اسمبلی میں نشستوں کی کل تعداد سے ہے۔

(3ب) فقرہ (3) میں کسی امر کے باوجود 2026 کے بعد کی گئی پہلی مردم شماری کی بنیاد پر تری پورہ ریاست کی قانون ساز اسمبلی میں نشستوں کی تعداد کے، دفعہ 170 کے تحت تنظیم نو کا نفاذ ہونے تک جو نشستیں اس موجودہ قانون ساز اسمبلی میں درج فہرست قبیلوں کے لیے محفوظ کی جائیں گی، وہ اتنی نشستیں ہوں گی جن کی تعداد کا تناسب نشستوں کی کل تعداد کے اس تناسب سے کم نہیں ہوگا جو موجودہ قانون ساز اسمبلی میں درج فہرست قبیلوں کے ارکان کی آئین (بہترویں ترمیم) ایکٹ 1992 کے ذریعہ نافذ ہونے کی تاریخ کو اس طرح موجودہ تعداد کا تناسب مذکورہ تاریخ کو اس قانون ساز اسمبلی میں نشستوں کی کل تعداد سے ہے۔

(4) ان نشستوں کی تعداد کا جو ریاست آسام کی قانون ساز اسمبلی میں خود اختیاری ضلع کے لیے محفوظ کی جائیں اسمبلی میں نشستوں کی کل تعداد سے ایسا تناسب ہوگا جو اس ضلع کی آبادی اور اس ریاست کی کل آبادی کے تناسب سے کم نہ ہو۔

(5) آسام کے کسی خود اختیاری ضلع کے لیے محفوظ نشستوں کے لیے انتخابی حلقوں میں اس ضلع کے باہر کا کوئی علاقہ شامل نہ ہوگا۔

(6) کوئی شخص جو ریاست آسام کے کسی خود اختیاری ضلع کے کسی درج فہرست قبیلہ کا رکن نہ ہو اس ضلع کے کسی حلقۂ انتخاب سے اس ریاست کی قانون ساز اسمبلی میں انتخاب کے قابل نہ ہوگا۔

لیکن صوبۂ آسام کی قانون ساز اسمبلی کے انتخاب کے لیے، بوڈو لینڈ علاقائی حلقے والے ضلع میں شامل ان انتخابی حلقوں میں درج فہرست ذاتوں اور غیر درج فہرست قبیلوں کی نمائندگی، جس کے بارے میں اس طرح نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے اور جو بوڈو لینڈ علاقائی حلقہ والے ضلع کی تشکیل سے قبل موجود تھیں، بنائی رکھی جائے گی۔

دفعہ 335- ملازمتوں اور عہدوں پر درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں کے دعوے: یونین یا کسی ریاست کے امور کے سلسلہ میں ملازمتوں اور عہدوں پر تقررات کرنے میں نظم و نسق کی کارکردگی برابر قائم رکھتے ہوئے درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں کے ارکان کے دعوں کا لحاظ کیا جائے گا،

بشرطیکہ اس دفعہ کا کوئی امر درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں کے ارکان کے مفاد میں یونین یا کسی ریاست کے امور سے متعلق ملازمتوں کی کسی بھی طرح کی ملازمت یا ملازمتوں میں یا عہدوں پر ترقی کے معاملوں میں تحفظ کے لیے کسی امتحان میں اہلیت کے لیے ضروری نمبروں میں رعایت دینے یا اس کی سطح کم کرنے کے لیے توضیعات کرنے میں مانع نہیں ہوگا۔

دفعہ 338- درج فہرست ذاتوں کے لیے قومی کمیشن:

(1) درج فہرست ذاتوں کے لیے ایک کمیشن ہوگا جو درج فہرست ذاتوں کے لیے قومی کمیشن

کے نام سے جانا جائے گا۔

(2) پارلیمنٹ کے ذریعے اس کے ضمن میں بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے کمیشن ایک میر مجلس، ایک نائب میر مجلس اور تین دیگر ارکان سے مل کر بنے گا اور اس طرح مقرر میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کی خدمات کی شرائط اور عہدہ کی میعاد ایسی ہوں گی جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(3) صدر اپنے دستخط اور مہر سے حکم نامہ کے ذریعہ میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کا تقرر کرے گا۔

(4) کمیشن کو اپنے ضابطے خود مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔

(5) کمیشن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ...

(الف) درج فہرست ذاتوں کے لیے یا اس وقت نافذ کسی دیگر قانون یا سرکار کے کسی حکم کے تحت توضیع کیے ہوئے تحفظات سے متعلق سبھی امور کی جانچ کرے اور ان پر نگرانی رکھے اور ایسے تحفظات کے کاموں کا جائزہ لے،

(ب) درج فہرست ذاتوں کو ان کے حقوق اور تحفظات سے محروم کرنے کی بابت مصرحہ شکایتوں کی جانچ کرے،

(ج) درج فہرست ذاتوں کی سماجی اور معاشی ترقی کے منصوبوں کے ضابطے میں حصہ لے اور ان پر صلاح دے اور یونین اور کسی ریاست کے تابع ان کی ترقی کی رفتار کا جائزہ لے۔

(د) ان تحفظات کے کاموں کے بارے میں ہر سال اور ایسے دیگر اوقات پر جو کمیشن ٹھیک سمجھے صدر کو رپورٹ دے،

(ہ) ایسی رپورٹوں میں ان طریقوں کے بارے میں جو ان تحفظات کی مؤثر تعمیل کے لیے یونین یا کسی ریاست کے ذریعہ کیے جانے چاہئیں اور درج فہرست ذاتوں کے تحفظ، مفاد اور سماجی و معاشی ترقی کے لیے دیگر طریقوں کے بارے میں سفارش کرے۔

(و) درج فہرست ذاتوں کے تحفظ، مفاد، ترقی اور فروغ کے متعلق ایسے دیگر کاموں کو انجام دے جو صدر پارلیمنٹ کے ذریعہ بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے

بذریعہ قانون صراحت کرے۔

(6) صدر ایسی سبھی رپورٹوں کو پارلیمنٹ کے ہر ایوان کے روبرو پیش کرے گا اور اس کے ساتھ یونین سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے لیے تجویز کی ہوئی کارروائی اور اگر کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(7) جہاں کوئی ایسی رپورٹ یا اس کا کوئی حصہ کسی ایسے مضمون سے متعلق ہے جن کا کسی ریاست کی سرکار سے تعلق ہے تو ایسی رپورٹ کی نقل اس ریاست کے گورنر کو بھیجی جائے گی جو اسے ریاست کی قانون ساز مجلس کے روبرو پیش کروائے گا اور اس کے ساتھ ریاست سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے لیے تجویز کی ہوئی کارروائی اور اگر کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(8) کمیشن کو فقرہ (5) کے ذیلی فقرہ (الف) میں محولہ کسی مضمون کی جانچ کرتے وقت یا ذیلی فقرہ (ب) میں محولہ کسی شکایت کے بارے میں جانچ کرتے وقت بالخصوص مندرجہ ذیل مضامین کے متعلق وہ سبھی اختیارات ہوں گے جو مقدمہ کی سماعت کرتے وقت دیوانی عدالت کو ہیں، یعنی:

(الف) بھارت کے کسی بھی حصہ سے کسی شخص کو سمن کرنا اور حاضر کرانا اور حلف پر اس کی آزمائش کرنا؛

(ب) کسی دستاویز کو ظاہر اور پیش کرنے کا مطالبہ کرنا؛

(ج) حلف ناموں پر شہادت لینا؛

(د) کسی عدالت یا دفتر سے کسی قومی ریکارڈ یا اس کی نقل کا مطالبہ کرنا؛

(ہ) گواہوں اور دستاویزوں کی آزمائش کے لیے کمیشن نکالنا؛

(و) کوئی دیگر معاملہ جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(9) یونین اور ہر ایک ریاست کی سرکار درج فہرست ذاتوں کو متاثر کرنے والے سبھی اہم پالیسی امور پر کمیشن سے مشورہ کرے گی۔

(10) اس دفعہ میں درج فہرست ذاتوں کے لیے ہدایت کا یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ اس کے ضمن میں ایسے دیگر پسماندہ طبقوں کے لیے ہر ہدایت جن کو صدر دفعہ 340 کے فقرہ (1) کے تحت متعین کمیشن کی رپورٹ کو حاصل کرنے پر حکم کے ذریعہ صراحت کرے اور اینگلو انڈین فرقے کے لیے ہدایت بھی ہے۔

دفعہ 338 الف۔ درج فہرست قبیلوں کے لیے قومی کمیشن:

(1) درج فہرست قبیلوں کے لیے ایک کمیشن ہوگا جو درج فہرست قبیلوں کے لیے قومی کمیشن کے نام سے جانا جائے گا۔

(2) پارلیمنٹ کے ذریعے اس کے ضمن میں بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے کمیشن ایک میر مجلس، ایک نائب میر مجلس اور تین دیگر ارکان سے مل کر بنے گا اور اس طرح مقرر میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کی خدمات کی شرائط اور عہدہ کی میعاد ایسی ہوں گی جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(3) صدر اپنے دستخط اور مہر سے حکم نامہ کے ذریعہ میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کا تقرر کرے گا۔

(4) کمیشن کو اپنے ضابطے خود مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔

(5) کمیشن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ...

(الف) درج فہرست قبیلوں کے لیے یا اس وقت نافذ کسی دیگر قانون یا سرکار کے کسی حکم کے تحت توضیع کیے ہوئے تحفظات سے متعلق سبھی امور کی جانچ کرے اور ان پر نگرانی رکھے اور ایسے تحفظات کے کاموں کا جائزہ لے،

(ب) درج فہرست قبیلوں کو ان کے حقوق اور تحفظات سے محروم کرنے کی بابت مصرحہ شکایتوں کی جانچ کرے،

(ج) درج فہرست قبیلوں کی سماجی اور معاشی ترقی کے منصوبوں کے ضابطے میں حصہ لے اور ان پر صلاح دے اور یونین اور کسی ریاست کے تابع ان کی ترقی کی رفتار کا جائزہ لے،

(د) ان تحفظات کے کاموں کے بارے میں ہر سال اور ایسے دیگر اوقات پر جو کمیشن ٹھیک

سمجھے صدر کو رپورٹ دے،

(ہ) ایسی رپورٹوں میں ان طریقوں کے بارے میں جو ان تحفظات کی مؤثر تعمیل کے لیے یونین یا کسی ریاست کے ذریعہ کیے جانے چاہئیں اور درج فہرست ذاتوں کے تحفظ، مفاد اور سماجی و معاشی ترقی کے لیے دیگر طریقوں کے بارے میں سفارش کرے،

(و) درج فہرست قبیلوں کے تحفظ، مفاد، ترقی اور فروغ کے متعلق ایسے دیگر کاموں کو انجام دے جو صدر پارلیمنٹ کے ذریعہ بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے بذریعہ قانون صراحت کرے۔

(6) صدر ایسی سبھی رپورٹوں کو پارلیمنٹ کے ہر ایوان کے روبرو پیش کروائے گا اور اس کے ساتھ یونین سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے لیے تجویز کی ہوئی کارروائی اور اگر کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(7) جہاں کوئی ایسی رپورٹ یا اس کا کوئی حصہ کسی ایسے مضمون سے متعلق ہے جن کا کسی ریاست کی سرکار سے تعلق ہے تو ایسی رپورٹ کی نقل اس ریاست کے گورنر کو بھیجی جائے گی جو اسے ریاست کی قانون ساز مجلس کے روبرو پیش کروائے گا اور اس کے ساتھ ریاست سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے لیے تجویز کی ہوئی کارروائی اور اگر کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(8) کمیشن کو فقرہ (5) کے ذیلی فقرہ (الف) میں محولہ کسی مضمون کی جانچ کرتے وقت یا ذیلی فقرہ (ب) میں محولہ کسی شکایت کے بارے میں جانچ کرتے وقت بالخصوص مندرجہ ذیل مضامین کے متعلق وہ سبھی اختیارات ہوں گے جو مقدمہ کی سماعت کرتے وقت دیوانی عدالت کو ہیں، یعنی:

(الف) بھارت کے کسی بھی حصہ سے کسی شخص کو سمن کرنا اور حاضر کرانا اور حلف پر اس کی آزمائش کرنا؛

(ب) کسی دستاویز کو ظاہر اور پیش کرنے کا مطالبہ کرنا؛

(ح) حلف ناموں پر شہادت لینا؛

(د) کسی عدالت یا دفتر سے کسی قومی ریکارڈ یا اس کی نقل کا مطالبہ کرنا؛

(ہ) گواہوں اور دستاویزوں کی آزمائش کے لیے کمیشن نکالنا؛

(و) کوئی دیگر معاملہ جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(9) یونین اور ہر ایک ریاست کی سرکار درج فہرست قبیلوں کو متاثر کرنے والے بھی اہم پالیسی امور پر کمیشن سے مشورہ کرے گی۔

(10) اس دفعہ میں درج فہرست ذاتوں کے لیے ہدایت کا یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ اس کے ضمن میں ایسے دیگر پسماندہ طبقوں کے لیے ہر ہدایت جن کو صدر دفعہ 340 کے فقرہ (1) کے تحت متعین کمیشن کی رپورٹ کو حاصل کرنے پر حکم کے ذریعہ صراحت کرے اور اینگلو انڈین فرقے کے لیے ہدایت بھی ہے۔

دفعہ 339. درج فہرست علاقوں کے نظم ونسق اور درج فہرست قبیلوں کی بہبودی پر یونین کی نگرانی:

(1) صدر ریاستوں کے درج فہرست بند علاقوں کے نظم ونسق اور درج فہرست قبیلوں کے مفاد کے بارے میں رپورٹ دینے کے لیے کمیشن کا تقرر حکم کے ذریعہ کسی بھی وقت اور اس آئین کی تاریخ نفاذ سے دس سال کے اختتام پر کر سکے گا۔

حکم میں کمیشن کی بناوٹ، اختیارات اور ضابطے واضح کیے جا سکیں گے اور اس میں ایسی ضمنی یا معاون توضیع مندرج ہو سکے گی جنھیں صدر ضروری یا پسندیدہ سمجھے۔

(2) یونین کے عاملانہ اختیار کی توسیع کسی ریاست کو ایسی ہدایت دینے تک ہوگی جو اس ریاست کے درج فہرست قبیلوں کے مفاد کے لیے ہدایت میں ضروری بتائے گئے منصوبوں کے بنانے اور تکمیل کے بارے میں ہے۔

دفعہ 341. درج فہرست ذاتیں:

(1) صدر کسی ریاست یا یونین علاقہ سے متعلق اور اگر وہ کوئی ریاست ہو تو اس کے گورنر سے مشورہ کے بعد عام اطلاع نامہ کے ذریعے ان ذاتوں، نسلوں یا قبیلوں یا ذاتوں، نسلوں یا

قبیلوں کے حصوں یا ان کے زمروں کی صراحت کر سکے گا جن کا اس آئین کی اغراض کے لیے ایسی ریاست یا یونین علاقہ کے تعلق سے، جیسی کہ صورت ہو، درج فہرست ذاتیں ہونا متصور ہوگا۔

(2) پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ فقرہ (1) کے تحت اجرا کیے ہوئے اطلاع نامہ میں مصرحہ درج فہرست ذاتوں کی فہرست میں کسی ذات، نسل یا قبیلہ کو یا کسی ذات، نسل یا قبیلہ کے حصہ کو یا اس کے کسی زمرہ کو داخل یا اس سے خارج کر سکے گی لیکن متذکرہ بالا طریقہ کے سوا اس فقرہ کے تحت اجرا کیے ہوئے اطلاع نامہ میں سے کسی مابعد اطلاع نامہ سے تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

دفعہ 342. درج فہرست قبیلے:

(1) صدر کسی ریاست یا یونین علاقہ سے متعلق اور اگر وہ کوئی ریاست ہو تو اس کے گورنر سے مشورے کے بعد عام اطلاع نامہ کے ذریعے ان قبیلوں یا قبائلی فرقوں یا قبائلی فرقوں کے حصوں یا ان کے زمروں کی صراحت کر سکے گا جن کا اس آئین کی اغراض کے لیے اس ریاست یا یونین علاقہ کے تعلق سے، جیسی کہ صورت ہو، درج فہرست قبیلے ہونا متصور ہوگا۔

(2) پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ فقرہ (1) کے تحت اجرا کیے ہوئے اطلاع نامہ میں مصرحہ درج فہرست قبیلوں کی فہرست سے کسی قبیلہ یا قبائلی فرقہ یا کسی قبیلہ یا قبائلی فرقہ کے حصہ یا اس کے کسی زمرہ کو داخل یا اس سے خارج کر سکے گی لیکن متذکرہ طریقہ کے سوا اس فقرہ کے تحت اجرا کیے ہوئے اطلاع نامہ میں کسی مابعد اطلاع نامہ سے تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

دفعہ 366(24) درج فہرست ذاتیں: ''درج فہرست ذاتیں'' سے ایسی ذاتیں، نسلیں، قبیلے یا ایسی ذاتوں، نسلوں یا قبیلوں کے اندر حصے یا زمرے مراد ہیں جن کا دفعہ 341 کے تحت اس آئین کی اغراض کے لیے درج فہرست ذاتیں ہونا متصور ہو۔

دفعہ 366(25) درج فہرست قبائل: ''درج فہرست قبیلے'' سے ایسے قبیلے یا قبائلی فرقے یا ایسے قبیلوں یا قبائلی فرقوں کے اندر حصے یا زمرے مراد ہیں جن کا دفعہ 342 کے تحت اس آئین کی اغراض کے لیے درج فہرست قبیلے ہونا متصور ہو۔

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر حقوقِ خواتین کے حقیقی علمبردار

میں کسی بھی کمیونٹی کی ترقی کا اندازہ اس بات سے لگاتا ہوں کہ اس کمیونٹی کی خواتین نے کس حد تک ترقی کی ہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر

ڈاکٹر امبیڈکر جیوتی با پھولے، راجہ رام موہن رائے، ایشور چند ساگر اور مہاتما گاندھی جیسے دیگر مصلحین قوم کی طرح دیگر فلاحی اصلاحات کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ تا حیات نہ صرف دلت طبقات بلکہ تمام طبقات کی خواتین کے ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں میں ہر طرح کی ناانصافی کے خلاف لڑتے رہے۔

دنیا کا کوئی بھی مذہب، ملک، معاشرہ یا نظام حکومت ہو اس میں تعلیم کو ترجیحی اہمیت حاصل رہی ہے اور رہنی بھی چاہیے چونکہ حصول علم سے انسان میں نہ صرف ہر طرح کا شعور پیدا ہوتا ہے، حق و باطل میں امتیاز کرنے کی اہلیت پیدا ہوتی ہے اور صحیح راہ اختیار کرنے کی تمیز پیدا ہوتی ہے بلکہ علم انسان کو زیور اخلاق سے آراستہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر امبیڈکر کو بھی تعلیم کی اہمیت کا پورا پورا اندازہ تھا اور وہ ہندوستان کے کمزور و پسماندہ طبقات خاص کر خواتین کی تعلیمی پسماندگی کے بارے میں انتہائی متفکر تھے۔ انھوں نے تعلیم نسواں کی جانب خصوصی توجہ دی اور بہت سے تعلیمی ادارے بھی قائم کیے۔ انھوں نے خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے 'موک نایک' اور 'بہشکرت' نامی اخبار بھی شائع کیے۔ انھوں نے نیو یارک میں اپنی پڑھائی کے دوران اپنے والد کے ایک

دوست کو خط لکھ کر کہا تھا کہ بھارت بہت جلد ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا لیکن اس چنوتی کو پورا کرنے سے پہلے تعلیم نسواں کے لیے آگے آنا ہوگا اور اس کے لیے ضروری قدم اٹھانے ہوں گے۔

18 جولائی 1927 کو تین ہزار خواتین کے ایک مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا کہ اپنے بچوں کو اسکول بھیجئے۔عورتوں کے لیے بھی تعلیم اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ مردوں کے لیے۔اگر آپ کو لکھنا پڑھنا آتا ہے تو تبھی آپ اپنے حقوق حاصل کر سکتی ہیں اور سماج میں اپنا مقام بنا سکتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا کہنا تھا کہ ہر باپ کی یہ ذمہ داری ہے اور گھر میں اس کا یہ فرض اولیں ہے کہ وہ عورتوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرائے۔ان کا کہنا تھا کہ شادی کے بعد عورتیں خود کو غلام جیسا محسوس کرتی ہیں۔اس کی سب سے بڑی وجہ خواتین میں تعلیم کا فقدان ہے۔اگر وہ تعلیم یافتہ ہوں گی تو انھیں کبھی بھی اس طرح کے احساس کمتری سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔صرف یہی نہیں بلکہ 10 نومبر 1938 کو انھوں نے بمبئی کی قانون ساز اسمبلی میں خواتین سے متعلق مدعوں کو پرزور طریقے سے اٹھایا۔ 1942 میں زچگی فوائد سے متعلق پہلا بل پیش کرنے کا سہرا بھی انہی کے سر باندھا جاتا ہے۔وہ خواتین کی ناخواندگی، دقیانوسی سوچ و رسم و رواج، ان کے ساتھ تفریقی و امتیازی سلوک، ان پر ہر طرح کے ظلم و ستم اور ان کے ساتھ دوسرے درجہ کا سلوک،، زندگی کے ہر شعبہ میں ان کے حقوق کی پامالی اور کماحقہم حصہ داری کا فقدان، ازدواجی امور میں بھی ان کے ساتھ نارواروییہ اور دیگر برائیوں کے خلاف صدق دلی اور بغیر کسی لاگ لپیٹ کے کھلم کھلا زور قلم اور زور زباں دونوں مہذب اور طاقتور ہتھیاروں کا استعمال کرتے ہوئے پرزور لڑائی لڑتے رہے اور کبھی اپنے اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ ہندو کوڈ بل کے معاملے میں حسب دلخواہ بل منظور نہ ہونے کے باعث وزیر قانون کے عہدے سے بھی دستبردار ہو گئے۔وہ جہاں ایک طرف ملک کو دقیانوسی رسم و رواج سے چھٹکارا دلانا چاہتے تھے تو دوسری جانب وہ سماجی انصاف پر مبنی سماج کی تشکیل کے خواہاں تھے۔ان کا خیال تھا کہ سماجی انصاف پر مبنی سماج کی تشکیل سے ہی ان کا سماجی جمہوریت کا خواب پورا ہو سکتا تھا۔ازدواج ہندوا یکٹ، 1955، وراثت ہندوا یکٹ، 1956، نابالغی اور ولایت ہندوا یکٹ، 1956 اور ہندو تبنیت اور کفالت ایکٹ، 1956 کو منظوری ملنا خود اس بات کا ثبوت

ہے کہ وہ خواتین کے کس قدر قدرداں اور حامی تھے۔اس زمرہ کی قانون سازی بھی آئین میں شامل فلاحی توضیحات کے باعث ہی ممکن ہوسکی ہے۔

ہمارے ملک کے آئین میں مردوزن کے مابین کسی طرح کے امتیاز کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اس کے علاوہ ہمارے تمام قوانین میں بھی اس قسم کا کوئی امتیاز نہیں برتا گیا ہے۔البتہ یہ ضرور ہے کہ جو قوانین مخصوص طبقات یا زمروں کے لیے بنائے گئے ہیں یا جن قوانین کی دفعات کا تعلق مردوزن سے الگ الگ ہے تو ان کا اطلاق،حسب صورت،ان پر ہی ہوتا ہے۔

بھارت کے آئین کی دفعہ 14 بھی جنسی مساوات کو یقینی بناتی ہے۔مملکت کسی بھی شخص کو، خواہ اس کا تعلق کسی بھی جنس سے ہو،قانون کی نظر میں مساوات یا قوانین کے مساویانہ تحفظ سے محروم نہیں کرے گی۔آئین کی دفعہ 15 جنس کی بنا پر کسی شہری کے ساتھ امتیاز برتنے کی ممانعت کرتی ہے۔آئین کی دفعہ 15 (3) مملکت کو اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ عورتوں اور بچوں کے لیے کوئی خاص توضیع کر سکے۔دفعہ 16 میں سرکاری ملازمت کے لیے سب کے لیے خواہ ان کا تعلق کسی بھی جنس سے ہو،مساوی مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔دفعہ 39 (الف) میں یہ بات کہی گئی ہے کہ مرد اور عورت یعنی سب شہریوں کو مساوی طور پر معقول ذرائع معاش کا حق حاصل ہوگا۔اسی دفعہ کے ضمن (ہ) میں یہ بات کہی گئی ہے کہ عورتوں کی صحت،طاقت اور بچوں (جن میں بچیاں بھی شامل ہیں) کی کمسنی سے بے جا فائدہ نہیں اٹھایا جائے گا اور شہری و معاشی ضرورت سے،ایسے حرفے میں جانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جو ان کی عمر یا طاقت کے لیے نامناسب ہو۔ضمن (و) میں یہ اعادہ کیا گیا ہے کہ انھیں صحت مند طریقے سے اور آزاد و پروقار ماحول میں پڑھنے کے مواقع اور سہولتیں فراہم کی جائیں گی اور بچپن اور جوانی میں استحصال اور اخلاقی و مادی بے اعتنائی سے محفوظ رکھا جائے گا۔دفعہ 42 میں کام کے لیے مناسب اور موافق حالات اور زچہ کی امداد سے متعلق توضیحات شامل کرتے ہوئے یہ بات کہی گئی ہے کہ۔مملکت کام کے لیے مناسب اور موافق حالات اور زچہ کی امداد کو یقینی بنانے کے لیے توضیع کرے گی۔دفعہ 46 درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں اور دوسرے زیادہ کمزور طبقوں کے تعلیمی اور معاشی مفادات کے فروغ سے متعلق ہے اور اس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ مملکت خاص توجہ کے ساتھ عوام کے زیادہ کمزور طبقوں

اور خاص طور سے درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبیلوں کے تعلیمی اور معاشی مفادات کو فروغ دے گی اور ان کو سماجی ناانصافی اور ہر قسم کے استحصال سے محفوظ رکھے گی۔ دفعہ 47 میں یہ التزام ہے کہ مملکت عوام کی غذائیت کی سطح اور معیار زندگی کو بلند کرنا اور صحت عامہ کو ترقی دینا اپنے اولین فرائض میں شمار کرے گی اور خاص طور سے مملکت اس امر کی کوشش کرے گی کہ طبی اغراض کے سوا نشہ آور مشروبات اور مضر صحت مفرد ادویہ کے استعمال کی ممانعت کرے۔ بنیادی فرائض سے متعلق دفعہ 51 الف کے ضمن (ہ) میں مذہبی، لسانی اور علاقائی وطبقاتی تفرقات سے قطع نظر بھارت کے عوام الناس کے مابین یکجہتی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دے نیز ایسی حرکات سے باز رہے جن سے خواتین کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہو کی بات کہی گئی ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ دفعہ 243 د میں پنچایت وغیرہ میں بھی عورتوں کی ریزرویشن کی بات کہی گئی ہے۔ اس دفعہ کا متن درج ذیل ہے

نشستوں کا تحفظ۔

(1) ہر ایک پنچایت میں

(الف) درج فہرست ذاتوں اور

(ب) درج فہرست قبائل

کے لیے نشستیں محفوظ رہیں گی اور اس طرح محفوظ نشستوں کی تعداد کا تناسب، اس پنچایت میں بلا واسطہ انتخاب کے ذریعہ بھری جانے والی نشستوں کی کل تعداد سے حتی الامکان وہی ہوگا جو اس پنچایت حلقہ میں درج فہرست ذاتوں کی اور اس پنچایت حلقہ میں درج فہرست قبائل کی آبادی کا تناسب اس علاقے کی کل آبادی سے ہے اور ایسی نشستیں کسی پنچایت میں مختلف انتخابی حلقے کو باری باری سے الاٹ کی جاسکیں گی۔

(2) فقرہ (1) کے تحت محفوظ نشستوں کی کل تعداد کی کم سے کم ایک تہائی نشستیں، جیسی بھی صورت ہو، درج فہرست ذاتوں یا درج فہرست قبائل کی عورتوں کے لیے محفوظ رہیں گی۔

(3) ہر ایک پنچایت میں بلا واسطہ انتخاب کے ذریعہ بھری جانے والی نشستوں کی کل تعداد کی کم سے کم ایک تہائی نشستیں (جن کے تحت درج فہرست ذاتوں اور قبائل کی عورتوں کے لیے

محفوظ نشستوں کی تعداد بھی ہے) عورتوں کے لیے محفوظ رہیں گی اور ایسی نشستیں کسی پنچایت میں مختلف انتخابی حلقے کو باری باری سے الاٹ کی جا سکیں گی۔

(4) گاؤں یا کسی اور سطح پر پنچایتوں میں میر مجلسوں کے عہدے درج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل اور عورتوں کے لیے ایسے طریقے سے محفوظ رہیں گے، جو ریاست کی قانون ساز اسمبلی، قانون کے ذریعہ توضیع کرے۔

بشرطیکہ کسی ریاست میں ہر ایک سطح پر پنچایتوں میں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے لیے محفوظ میر مجلسوں کے عہدوں کی تعداد کا تناسب ہر ایک سطح پر اس پنچایت میں ایسے عہدوں کی کل تعداد سے حتی الامکان وہی ہوگا جو اس ریاست میں درج فہرست ذاتوں اور قبائل کی آبادی کا تناسب اس ریاست کی کل آبادی سے ہے۔

مزید شرط یہ ہے کہ ہر ایک سطح پر پنچایتوں میں میر مجلسوں کے عہدوں کی کل تعداد کے کم سے کم ایک تہائی عہدے عورتوں کے لیے محفوظ رہیں گے۔

مزید شرط یہ بھی کہ اس فقرہ کے تحت محفوظ عہدوں کی تعداد ہر ایک سطح پر مختلف پنچایتوں کو باری باری سے الاٹ کی جائے گی۔

(5) فقرہ (1) اور فقرہ (2) کے تحت نشستوں کا تحفظ اور فقرہ (4) کے تحت میر مجلسوں کے عہدوں کا تحفظ (جو عورتوں کے لیے تحفظ سے مختلف ہے) دفعہ 334 میں مصرحہ مدت کے اختتام پر موثر نہیں رہے گا۔

(6) اس حصے کی کوئی بات کسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی کو پچھڑے ہوئے شہریوں کے کسی طبقے کے حق میں کسی سطح پر کسی پنچایت میں نشستوں کے یا پنچایتوں میں میر مجلسوں کے عہدوں کے تحفظ کے لیے کوئی توضیع کرنے سے نہیں روکے گی۔

دفعہ (3)243R میونسپلٹیوں میں نشستوں کے تحفظ سے متعلق ہے اور اس میں یہ توضیع کی گئی ہے:

(1) ہر ایک میونسپلٹی میں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کے لیے نشستیں محفوظ رہیں گی اور اس طرح محفوظ نشستوں کی تعداد کا تناسب اس میونسپلٹی میں بلا واسطہ انتخاب کے

ذریعہ بھری جانے والی نشستوں کی کل تعداد سے تقریباً وہی ہوگا جو اس میونسپلٹی علاقہ میں درج فہرست ذاتوں کی اور اس میونسپلٹی علاقہ میں درج فہرست قبائل کی تعداد کا تناسب اس علاقے کی کل آبادی سے ہے اور ایسی نشستیں کسی میونسپلٹی کے مختلف انتخابی حلقوں کو باری باری سے الاٹ کی جاسکیں گی۔

(2) فقرہ (1) کے تحت محفوظ نشستوں کی کل تعداد کی کم سے کم ایک تہائی نشستیں، درج فہرست ذاتوں یا درج فہرست قبائل کی عورتوں کے لیے، جیسی بھی صورت ہو، محفوظ رہیں گی۔

(3) ہر ایک میونسپلٹی میں بلاواسطہ انتخاب کے ذریعہ پُر کی جانے والی نشستوں کی کل تعداد کی کم سے کم ایک تہائی نشستیں (جن کے تحت درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل کی عورتوں کے لیے محفوظ نشستوں کی تعداد بھی ہے) عورتوں کے لیے محفوظ رہیں گی اور ایسی نشستیں کسی میونسپلٹی کے مختلف انتخابی حلقوں کو باری باری سے الاٹ کی جاسکیں گی۔

(4) میونسپلٹی میں میر مجلس کی نشستیں درج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل اور عورتوں کے لیے ایسے طریقے سے محفوظ رہیں گی، جو ریاست کی مجلس قانون ساز، قانون کے ذریعہ توضیع کرے۔

(5) فقرہ (1) اور فقرہ (2) کے تحت نشستوں کا تحفظ اور فقرہ (4) کے تحت میر مجلس کے عہدوں کا تحفظ (جو عورتوں کے لیے تحفظ سے مختلف ہے) دفعہ 334 میں مصرحہ مدت کے اختتام پر مؤثر نہیں رہے گا۔

(6) اس حصے کی کوئی بات کسی ریاست کی قانون ساز مجلس کے پسماندہ شہریوں کے کسی طبقے کے حق میں کسی میونسپلٹی میں نشستوں کے یا میونسپلٹیوں میں میر مجلس کے عہدوں کے تحفظ کے لیے کوئی توضیع کرنے سے نہیں روکے گی۔

علاوہ ازیں دیگر قوانین میں بہت سی توضیعات کی گئی ہیں۔ باغات مزدور ایکٹ، 1951 کی دفعہ 25 میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ عورتوں اور بچوں سے صبح چھ بجے سے شام سات بجے کے دوران ہی کام لیا جائے گا۔ البتہ ریاستی حکومت اس وقت کے علاوہ دیگر اوقات میں کام کرنے کی بھی اجازت دے سکتی ہے لیکن صبح چھ بجے سے سات بجے شام تک کام کے اوقات کی پابندی ان باغات میں ملازم دائیوں

اورنرسوں پر لاگو نہیں ہوتی۔ اسی ایکٹ کی دفعہ 32 میں عورتوں کو زچگی سے متعلق سہولیات دینے کی بات کہی گئی ہے۔ باغات مزدور ایکٹ کی طرح کارخانہ ایکٹ، 1948 کی دفعہ 66 میں یہ بات کہی گئی ہے کہ کسی بھی عورت سے صبح چھ بجے سے شام کے سات بجے کے دوران کے علاوہ کارخانہ میں کام نہیں کرایا جائے گا البتہ ریاستی حکومت کو اس میں کچھ تبدیلی کرنے کا حق دیا گیا ہے لیکن اس تبدیلی کے باوجود رات کے دس بجے سے صبح کے پانچ بجے تک ان سے کوئی کام نہیں لیا جا سکتا۔

آئین اور اس کے تحت بنائے گئے قوانین کی یہ دفعات اس بات کا دستاویزی ثبوت ہیں کہ بھارت کے آئین میں خواتین کو زندگی کے ہر شعبہ میں برابر کا درجہ دیا گیا ہے اور ان کے ساتھ کسی بھی طرح کے امتیاز برتے جانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آئین کی دیگر دفعات کا اطلاق خواتین پر نہیں ہوگا یا یہ کہ ان کے معاملے میں کوئی بے تعلقی برتی جائے گی۔ دیگر دفعات کا اطلاق ان پر بھی بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح دیگر شہریوں پر ہوتا ہے۔ ان دفعات کا ذکر محض اشارتی طور پر پیش کیا جا رہا ہے تا کہ ہمارے ملک کے شہری اور قارئین یہ جان سکیں کہ ہمارا آئین سب کو زندگی کے ہر شعبے میں مساوی حقوق عطا کرتا ہے اور قانون کی نظر میں نہ کوئی چھوٹا ہے اور نہ کوئی بڑا۔

علاوہ ازیں آئین میں، پنچایتوں میں خواتین کے لیے نشستوں کے تحفظ کی بابت دفعات بھی شامل کی گئی ہیں اور اب تو پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں خواتین کو ریزرویشن دینے کی بات بھی نوشتۂ دیوار کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ یہ سب ہمارے آئین کی ہی دین ہے۔

جیسا کہ اوپر درج ہے صرف یہی نہیں بلکہ ازدواج ہنود ایکٹ، 1955، وراثت ہنود ایکٹ، 1956، نابالغی اور ولایت ہنود ایکٹ، 1956 اور ہندو تبنیت اور کفالت ایکٹ، 1956 کو منظوری بھی ہمارے آئین کی ہی دین ہے۔

درج فہرست ذاتوں وقبائل اور دیگر طبقات کے آئینی، قانونی وانسانی حقوق کے تحفظ سے متعلق ادارے

1- قومی انسانی حقوق کمیشن

ہمارے ملک میں تمام شہریوں بشمول درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل واقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے انسانی حقوق کے بہتر تحفظ اور ان سے متعلق یا ضمنی امور کے لیے قومی انسانی حقوق کمیشن ، ریاستوں میں ریاستی انسانی حقوق کمیشن اور انسانی حقوق عدالتوں کی تشکیل کے لیے انسانی حقوق تحفظ ایکٹ، 1993 وضع کیا گیا تھا اور اسی ایکٹ کے تحت ان اداروں کا قیام بتدریج وجود میں آیا۔ اس ایکٹ کے تحت 12 اکتوبر 1993 کو قومی انسانی حقوق کمیشن قائم کیا گیا تھا اور ریاستوں میں ریاستی انسانی حقوق کمیشن قائم کیے گئے ہیں۔ کچھ ریاستوں نے تو ابھی تک کمیشن قائم نہیں کیے ہیں۔ مرکزی اور ریاستی انسانی حقوق کمیشن انسانی حقوق کے تحفظ کے معاملے میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ قومی کمیشن کی کارکردگی تو یقینی طور پر قابل تعریف ہے۔ اس نے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے کتنے ہی معاملوں میں متاثرین کو معاوضہ دینے کے احکامات جاری کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزی سے متعلق کتنے ہی معاملوں میں خود نوٹس لیا ہے۔

اس قانون کا اطلاق پورے بھارت پر ہوتا ہے۔

کمیشن کے کارہائے منصبی:

کمیشن مندرجہ ذیل کارہائے منصبی انجام دیتا ہے:

(الف) مندرجہ ذیل کی نسبت شکایت کی خود یا متاثرہ شخص یا اس کی جانب سے کسی شخص کی اس کو پیش کی گئی عرضی پر یا کسی عدالت کی ہدایت یا حکم پر، تحقیقات کرے گا۔

(i) انسانی حقوق کی خلاف ورزی یا اس کی اعانت، یا

(ii) کسی سرکاری ملازم کی، ایسی خلاف ورزی کے انسداد میں غفلت؛

(ب) کسی ایسی کارروائی میں جس میں کسی عدالت کے روبرو زیر سماعت انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا کوئی الزام شامل ہو، ایسی عدالت کی منظوری سے مداخلت کرے گا:

(ج) فی الوقت نافذ العمل کسی قانون میں کسی بات کے ہوتے ہوئے بھی ریاستی حکومت کو اطلاع دے کر ریاستی حکومت کے زیر نگرانی کسی ایسی جیل یا کسی دیگر ادارے کا دورہ کرے گا؛ جہاں اشخاص کو علاج، اصلاح یا تحفظ کی اغراض کے لیے زیر حراست رکھا جائے یا ٹھہرایا جائے تاکہ مکینوں کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا جاسکے اور اس پر اپنی سفارشات پیش کرے گا؛

(د) انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے آئین یا کسی فی الوقت نافذ قانون کی رو سے یا اس کے تحت فراہم کیے گئے تحفظات کا جائزہ لے گا اور ان کے موثر عمل درآمد کے لیے اقدام کی سفارش کرے گا؛

(ہ) ایسے عناصر، جن میں تشدد کے واقعات شامل ہیں، کا جائزہ لے گا جن سے انسانی حقوق کے استعمال میں رکاوٹ پڑتی ہو اور مناسب انسدادی اقدام کی سفارش کرے گا؛

(و) انسانی حقوق سے متعلق معاہدوں اور دیگر بین الاقوامی دستاویزات کا مطالعہ کرے گا اور ان کے موثر عمل درآمد کے لیے سفارشات کرے گا؛

(ز) انسانی حقوق کے میدان میں تحقیق کرے گا اور اسے بڑھاوا دے گا؛

(ح) سماج کے مختلف طبقوں میں انسانی حقوق کی تعلیم پھیلائے گا اور مطبوعات، ابلاغ عامہ، سمیناروں اور دیگر دستیاب ذرائع کے ذریعے ان حقوق کے تحفظ کے لیے دستیاب تحفظات کی جانکاری کو بڑھاوا دے گا؛

(ط) غیر سرکاری تنظیموں اور انسانی حقوق کے میدان میں کام کرنے والے اداروں کی کاوشوں کی حوصلہ افزائی کرے گا؛

(ی) ایسے دیگر کارہائے منصبی جنہیں وہ انسانی حقوق کے بڑھاوے کے لیے ضروری سمجھے۔

کمیشن کے تحقیقات کی نسبت اختیارات:

(1) کمیشن کو، اس ایکٹ کے تحت شکایات کی تحقیقات کرتے وقت، مجموعہ ضابطہ دیوانی، 1908 کے تحت دعویٰ سماعت کرنے والی دیوانی عدالت کے تمام اختیارات حاصل ہوں گے اور بالخصوص مندرجہ ذیل امور کی نسبت، یعنی:۔

(الف) گواہان کو طلب کرنا اور حاضر کروانا نیز ان کا حلف پر بیان لینا؛

(ب) کسی دستاویز کا انکشاف اور پیش کرنا؛

(ج) بیان حلفی پر شہادت لینا؛

(د) کسی عدالت یا دفتر سے کوئی سرکاری ریکارڈ یا اس کی نقل حاصل کرنا؛

(ہ) گواہان کے بیان یا دستاویزات کے ملاحظے کے لیے کمیشن جاری کرنا؛

(و) کوئی دیگر امر جو مقرر کیا جائے۔

(2) کمیشن کو کسی شخص کو، کسی ایسی عدالت کے تابع جس کا وہ شخص کسی فی الوقت نافذ قانون کے تحت دعویٰ کرے، ایسی باتوں یا امور پر معلومات مہیا کرنے کا حکم دینے کا اختیار حاصل ہوگا، جو کمیشن کی رائے میں تحقیقات کے موضوع کے لیے مفید، یا اس سے متعلق ہو، اور کوئی شخص جسے ایسا حکم دیا گیا ہو، مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعہ 176 اور دفعہ 177 کے معنوں میں ایسی معلومات مہیا کرنے کا قانوناً پابند متصور ہوگا۔

(3) کمیشن یا کوئی دیگر افسر، جو گزیٹیڈ افسر کے عہدے سے کم نہ ہو، جسے کمیشن نے اس بارے میں خصوصی طور پر مجاز کیا ہو کسی ایسی عمارت یا جگہ میں داخل ہو سکے گا جس میں کمیشن کو یہ باور کرنے کی وجہ ہو کہ وہاں تحقیقات کے موضوع کی نسبت کوئی دستاویز پائی جا سکتی ہے، اور مجموعہ ضابطہ فوجداری 1973، کی دفعہ 100 کی توضیحات کے تابع، جہاں تک اس کا اطلاق ہو سکے کسی ایسی دستاویز کو ضبط کر سکتا ہے یا اس کے اقتباسات یا نقول لے سکتا ہے۔

(4) کمیشن ایک عدالت دیوانی متصور ہوگا اور جب مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعہ 175، دفعہ 178، دفعہ 179، دفعہ 180 یا دفعہ 228 میں درج کسی جرم کا ارتکاب کمیشن کے سامنے یا اس کی موجودگی میں کیا جائے تو کمیشن جرم پر مشتمل واقعات اور ملزم کا بیان لینے کے بعد جس کی مجموعہ فوجداری 1973، میں توضیع کی گئی ہے، مقدمہ ایسے مجسٹریٹ کو بھیج دے گا جسے اس کی سماعت کا اختیار حاصل ہو اور ایسا مجسٹریٹ جسے کوئی ایسا مقدمہ بھیجا گیا ہو ملزم کے خلاف استغاثے کی سماعت شروع کرے گا گویا کہ مقدمہ اسے مجموعہ ضابطہ فوجداری، 1973 کی دفعہ 346 کے تحت بھیجا گیا ہے۔

(5) کمیشن کے روبرو ہر ایک کارروائی مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعات 193 اور 228 کے معنوں میں، اور دفعہ 196 کے اغراض کے لیے عدالتی کارروائی متصور ہوگی اور کمیشن مجموعہ ضابطہ فوجداری، 1973، کی دفعہ 195 اور باب 26 کے تمام اغراض کے لیے عدالت دیوانی متصور ہوگا۔

(6) جہاں کمیشن ایسا کرنا ضروری یا قرین مصلحت سمجھے وہاں وہ اپنے حکم سے کسی بھی ایسی شکایت کو جو اس کے روبرو فائل کی گئی ہے یا زیر سماعت ہے اس ایکٹ کی توضیحات کے مطابق فیصلے کے لیے اس ریاست کے ریاستی کمیشن کو بھیج سکتا ہے جہاں سے اس شکایت کا تعلق ہے؛
لیکن صرف ایسی شکایت ہی ریاستی کمیشن کو بھیجی جاسکے گی جس کی سماعت کا وہ مجاز ہے اور وہ اس کے دائرہ اختیار میں آتی ہے۔

(7) ذیلی دفعہ (6) کے تحت بھیجی گئی شکایت کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا جیسے کہ وہ شکایت ابتدا میں اسی کے روبرو فائل کی گئی ہو۔

کمیشن کے ذریعے چھان بین:

(1) کمیشن تحقیقات کے متعلق کوئی چھان بین کرنے کی غرض سے مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت کے، اتفاق رائے سے، جیسی کہ صورت ہو، مرکزی حکومت یا کسی ریاستی حکومت کے کسی افسر یا چھان بین ایجنسی کی خدمات کا استعمال کر سکے گا۔

(2) تحقیقات کے متعلق کسی امر کی چھان بین کی غرض سے، ایسا کوئی افسر یا ایسی کوئی ایجنسی جس

کی خدمات ضمن (1) کے تحت استعمال میں لائی جائیں، کمیشن کی ہدایت اور نگرانی کے تابع ،......

(الف) کسی شخص کو طلب کر کے حاضر کروا سکے گی اور اس کا بیان لے سکے گی؛

(ب) کسی دستاویز کے انکشاف اور پیش کیے جانے کا حکم دے سکے گی؛ اور

(ج) کسی دفتر سے کوئی سرکاری ریکارڈ یا اس کی نقل طلب کر سکے گی۔

(3) کسی ایسے افسر یا کسی ایسی ایجنسی کے روبرو جس کی خدمات کا ضمن (1) کے تحت استعمال کیا جائے کسی شخص کے دیے گئے کسی بیان کی نسبت دفعہ 5 i کی توضیحات کا اطلاق ہوگا بیان کی نسبت ہوتا ہے۔

(4) ایسا افسر یا ایسی ایجنسی جس کی خدمات ضمن (1) کے تحت استعمال میں لائی جائیں تحقیقات کے متعلق کسی امر کی چھان بین کرے گی اور اس پر ایک رپورٹ ایسی مدت کے اندر کمیشن کو پیش کرے گی جس کی کمیشن اس بارے میں صراحت کرے۔

(5) کمیشن ضمن (4) کے تحت اس کو پیش کی گئی رپورٹ میں بیان کیے گئے واقعات اور اخذ کیے گئے نتیجے کی، اگر کوئی ہو، درستی کے متعلق اپنا اطمینان کرے گا اور اس غرض کے لیے کمیشن ایسی تحقیقات کرے گا (جس میں اس شخص یا ان اشخاص کا بیان شامل ہے جنھوں نے چھان بین کی یا اس میں معاونت کی) جسے وہ ٹھیک سمجھے۔

کمیشن کے روبرو دیے گئے بیان کی قانونی حیثیت:

کمیشن کے روبرو شہادت دینے کے دوران کسی شخص کے دیے گئے کسی بیان کی وجہ سے اس پر کوئی دیوانی یا فوجداری کارروائی نہ ہوگی، یا وہ اس کے خلاف استعمال نہیں کیا جائے گا، ماسوائے ایسے بیان سے جھوٹی شہادت دینے کے لیے استغاثے کے بشرطیکہ کہ بیان......

(الف) ایسے سوال کے جواب میں دیا جائے جس کا اسے جواب دینے کا کمیشن نے حکم دیا ہو؛ یا

(ب) تحقیقات کے موضوع سے متعلق ہو۔

کمیشن کا ایسے اشخاص کو سنوائی کا موقع دینا جن کے مضرت رساں طور پر متاثر ہونے کا امکان ہو:

اگر، تحقیقات کے کسی مرحلے پر، کمیشن......

(الف) کسی شخص کے چال چلن کا پتہ لگانے کے لیے ضروری سمجھے؛ یا

(ب) کی یہ رائے ہو کہ کسی شخص کی نیک نامی کی تحقیقات کی وجہ سے مضرت رساں طور پر متاثر ہونے کا امکان ہے، تو وہ اس شخص کو تحقیقات میں سنے جانے اور اپنی صفائی میں شہادت پیش کرنے کا معقول موقع دے گا؛

لیکن اس دفعہ کے کسی امر کا اطلاق اس وقت نہیں ہوگا جب کسی گواہ کا اعتبار ماخوذ کیا جارہا ہو۔

شکایات کی تحقیقات کا طریق کار:

کمیشن انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی شکایات کی تحقیقات کرتے وقت......

(i) مرکزی حکومت یا کسی ریاستی حکومت یا اس کے ماتحت کسی دیگر اتھارٹی یا تنظیم سے ایسے وقت کے اندر جس کی وہ صراحت کرے معلومات یا رپورٹ طلب کر سکے گا۔

لیکن......

(الف) اگر معلومات یا رپورٹ کمیشن کے مقررہ وقت کے اندر محصول نہ ہو، تو وہ خود شکایت کی تحقیقات شروع کر سکے گا؛

(ب) اگر، معلومات یا رپورٹ وصول ہونے پر، کمیشن مطمئن ہو کہ یا تو کسی مزید تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے یا یہ کہ مطلوبہ کارروائی متعلقہ حکومت یا اتھارٹی نے شروع کی ہے یا کر لی ہے، تو وہ شکایت پر کارروائی نہیں کرے گا اور حسبہ شکایت کنندہ کو اطلاع دے گا؛

(ii) فقرہ (I) میں درج کسی امر کو مضرت پہنچائے بغیر اگر وہ ضروری سمجھے، شکایت کی نوعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی تحقیقات شروع کر سکے گا۔

تحقیقات کے بعد کے اقدام:

اس ایکٹ کے تحت کی گئی کسی تحقیقات کے دوران یا اس کی تکمیل کے بعد کمیشن مندرجہ ذیل اقدام میں سے کوئی اقدام کر سکے گا، یعنی:۔

(الف) جب تحقیقات سے کسی سرکاری ملازم کا انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے ارتکاب یا انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے انسداد میں غفلت یا ترغیب کا انکشاف ہو، تو وہ متعلقہ حکومت یا اتھارٹی کو مندرجہ ذیل سفارش یا سفارشات کر سکتا ہے۔

(i) وہ شکایت کنندہ، یا متاثرہ شخص یا اس کے خاندان کے ارکان کو جو کمیشن ٹھیک سمجھے معاوضہ یا (ہرجانہ ادا کرے؛

(ii) متعلقہ شخص یا اشخاص کے خلاف استغاثے کی یا ایسی دیگر کارروائی شروع کرے جسے جسے کمیشن ٹھیک سمجھے۔

(iii) کوئی ایسی دیگر کارروائی کرے جسے وہ مناسب سمجھے۔

(ب) ایسی ہدایات، احکام یا رٹوں کے لیے سپریم کورٹ یا متعلقہ عدالت عالیہ سے رجوع کرے گا جنھیں وہ عدالت ضروری سمجھے؛

(ج) متاثرہ شخص یا اس کے کنبے کے افراد کو ایسی فوری عارضی امداد عطا کرنے کی متعلقہ حکومت یا اتھارٹی کو سفارش کرے گا جسے کمیشن ضروری سمجھے؛

(د) فقرہ (ہ) کی توضیعات کے تابع عرضی دہندہ یا اس کے قائم مقام کو تحقیقات کی رپورٹ کی ایک نقل فراہم کرے گا؛

(ہ) کمیشن اپنی تحقیقات کی رپورٹ کی ایک نقل مع اپنی سفارشات کے متعلقہ حکومت یا اتھارٹی کو بھیجے گا اور متعلقہ حکومت یا اتھارٹی، ایک ماہ کی مدت یا ایسے مزید وقت کے اندر، جس کی کمیشن اجازت دے، رپورٹ پر، جس میں اس پر کی گئی یا کی جانے والی مجوزہ کارروائی شامل ہے، اپنی رائے کمیشن کو بھیج دے گی؛

(و) کمیشن اپنی تحقیقاتی رپورٹ متعلقہ حکومت یا اتھارٹی کی رائے، اگر کوئی ہو، اور کمیشن کی سفارشات پر متعلقہ حکومت یا اتھارٹی کی کی گئی یا کی جانے والی مجوزہ کارروائی کے ہمراہ شائع کرے گا۔

-2 **درج فہرست ذاتوں وقبائل کے لیے قومی کمیشنوں کا قیام:**

درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے دو الگ

الگ کمیشن بنائے گئے ہیں:

آئین کی دفعہ 338 کے تحت درج فہرست ذاتوں کے لیے ایک قومی کمیشن قائم کیا گیا ہے۔ اس کی تشکیل، قانونی حیثیت اور کارہائے منصبی کی تفصیل درج ذیل ہے:

درج فہرست ذاتوں کے لیے قومی کمیشن:

(1) درج فہرست ذاتوں کے لیے ایک کمیشن ہوگا جو درج فہرست ذاتوں کے لیے قومی کمیشن کے نام سے جانا جائے گا۔

(2) پارلیمنٹ کے ذریعے اس کے ضمن میں بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے کمیشن ایک میر مجلس، ایک نائب میر مجلس اور تین دیگر ارکان سے مل کر بنے گا اور اس طرح مقرر میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کی خدمات کی شرائط اور عہدہ کی میعاد ایسی ہوں گی جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(3) صدر اپنے دستخط اور مہر سے حکم نامہ کے ذریعہ میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کا تقرر کرے گا۔

(4) کمیشن کو اپنے ضابطے خود مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔

(5) کمیشن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ...

(الف) درج فہرست ذاتوں کے لیے یا اس وقت نافذ کسی دیگر قانون یا سرکار کے کسی حکم کے تحت توضیع کیے ہوئے تحفظات سے متعلق سبھی امور کی جانچ کرے اور ان پر نگرانی رکھے اور ایسے تحفظات کے کاموں کا جائزہ لے،

(ب) درج فہرست ذاتوں کو ان کے حقوق اور تحفظات سے محروم کرنے کی بابت مصرحہ شکایتوں کی جانچ کرے،

(ج) درج فہرست ذاتوں کی سماجی اور معاشی ترقی کے منصوبوں کے ضابطے میں حصہ لے اور ان پر صلاح دے اور یونین اور کسی ریاست کے تابع ان کی ترقی کی رفتار کا جائزہ لے۔

(د) ان تحفظات کے کاموں کے بارے میں ہر سال اور ایسے دیگر اوقات پر جو کمیشن ٹھیک سمجھے صدر کو رپورٹ دے،

(ہ) ایسی رپورٹوں میں ان طریقوں کے بارے میں جو ان تحفظات کی مؤثر تعمیل کے لیے یونین یا کسی ریاست کے ذریعہ کیے جانے چاہئیں اور درج فہرست ذاتوں کے تحفظ، مفاد اور سماجی و معاشی ترقی کے لیے دیگر طریقوں کے بارے میں سفارش کرے۔

(و) درج فہرست ذاتوں کے تحفظ، مفاد، ترقی اور فروغ کے متعلق ایسے دیگر کاموں کو انجام دے جو صدر پارلیمنٹ کے ذریعہ بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے بذریعہ قانون صراحت کرے۔

(6) صدر ایسی سبھی رپورٹوں کو پارلیمنٹ کے ہر ایوان کے روبرو پیش کروائے گا اور اس کے ساتھ یونین سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے لیے تجویز کی ہوئی کارروائی اور اگر کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(7) جہاں کوئی ایسی رپورٹ یا اس کا کوئی حصہ کسی ایسے مضمون سے متعلق ہے جن کا کسی ریاست کی سرکار سے تعلق ہے تو ایسی رپورٹ کی نقل اس ریاست کے گورنر کو بھیجی جائے گی جو اسے ریاست کی قانون ساز مجلس کے روبرو پیش کروائے گا اور اس کے ساتھ ریاست سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے لیے تجویز کی ہوئی کارروائی اور اگر کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(8) کمیشن کو فقرہ (5) کے ذیلی فقرہ (الف) میں محولہ کسی مضمون کی جانچ کرتے وقت یا ذیلی فقرہ (ب) میں محولہ کسی شکایت کے بارے میں جانچ کرتے وقت بالخصوص مندرجہ ذیل مضامین کے متعلق وہ سبھی اختیارات ہوں گے جو مقدمہ کی سماعت کرتے وقت دیوانی عدالت کو ہیں، یعنی:

(الف) بھارت کے کسی بھی حصہ سے کسی شخص کو سمن کرنا اور حاضر کرانا اور حلف پر اس کی آزمائش کرنا؛

(ب) کسی دستاویز کو ظاہر اور پیش کرنے کا مطالبہ کرنا؛

(ج) حلف ناموں پر شہادت لینا؛

(د) کسی عدالت یا دفتر سے کسی قومی ریکارڈ یا اس کی نقل کا مطالبہ کرنا؛

(ہ) گواہوں اور دستاویزوں کی آزمائش کے لیے کمیشن نکالنا؛

(و) کوئی دیگر معاملہ جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(9) یونین اور ہر ایک ریاست کی سرکار درج فہرست ذاتوں کو متاثر کرنے والے سبھی اہم پالیسی امور پر کمیشن سے مشورہ کرے گی۔

(10) اس دفعہ میں درج فہرست ذاتوں کے لیے ہدایت کا یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ اس کے ضمن میں ایسے دیگر پسماندہ طبقوں کے لیے ہر ہدایت جن کو صدر دفعہ 340 کے فقرہ (1) کے تحت متعین کمیشن کی رپورٹ کو حاصل کرنے پر حکم کے ذریعہ صراحت کرے اور اینگلو انڈین فرقے کے لیے ہدایت بھی ہے۔

آئین کی دفعہ 338 کے تحت درج فہرست قبائل کے لیے ایک قومی کمیشن قائم کیا گیا ہے۔ اس کی تشکیل، قانونی حیثیت اور کار ہائے منصبی کی تفصیل درج ذیل ہے:

درج فہرست قبیلوں کے لیے قومی کمیشن:

(1) درج فہرست قبیلوں کے لیے ایک کمیشن ہوگا جو درج فہرست قبیلوں کے لیے قومی کمیشن کے نام سے جانا جائے گا۔

(2) پارلیمنٹ کے ذریعے اس کے ضمن میں بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے کمیشن ایک میر مجلس، ایک نائب میر مجلس اور تین دیگر ارکان سے مل کر بنے گا اور اس طرح مقرر میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کی خدمات کی شرائط اور عہدہ کی میعاد ایسی ہوں گی جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(3) صدر اپنے دستخط اور مہر سے حکم نامہ کے ذریعہ میر مجلس، نائب میر مجلس اور دیگر ارکان کا تقرر کرے گا۔

(4) کمیشن کو اپنے ضابطے خود مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔

(5) کمیشن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ...

(الف) درج فہرست قبیلوں کے لیے یا اس وقت نافذ کسی دیگر قانون یا سرکار کے کسی حکم

کے تحت توضیح کیے ہوئے تحفظات سے متعلق سبھی امور کی جانچ کرے اور ان پر نگرانی رکھے اور ایسے تحفظات کے کاموں کا جائزہ لے،

(ب) درج فہرست قبیلوں کو ان کے حقوق اور تحفظات سے محروم کرنے کی بابت مصرحہ شکایتوں کی جانچ کرے،

(ج) درج فہرست قبیلوں کی سماجی اور معاشی ترقی کے منصوبوں کے ضابطے میں حصہ لے اور ان پر صلاح دے اور یونین اور کسی ریاست کے تابع ان کی ترقی کی رفتار کا جائزہ لے۔

(د) ان تحفظات کے کاموں کے بارے میں ہر سال اور ایسے دیگر اوقات پر جو کمیشن ٹھیک سمجھے صدر کو رپورٹ دے،

(ہ) ایسی رپورٹوں میں ان طریقوں کے بارے میں جو ان تحفظات کی مؤثر تعمیل کے لیے یونین یا کسی ریاست کے ذریعہ کیے جانے چاہئیں اور درج فہرست ذاتوں کے تحفظ، مفاد اور سماجی و معاشی ترقی کے لیے دیگر طریقوں کے بارے میں سفارش کرے۔

(و) درج فہرست قبیلوں کے تحفظ، مفاد، ترقی اور فروغ کے متعلق ایسے دیگر کاموں کو انجام دے جو صدر پارلیمنٹ کے ذریعہ بنائے گئے کسی قانون کی توضیعات کے تحت رہتے ہوئے بذریعہ قانون صراحت کرے۔

(6) صدر ایسی سبھی رپورٹوں کو پارلیمنٹ کے ہر ایوان کے روبرو پیش کروائے گا اور اس کے ساتھ یونین سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے لیے تجویز کی ہوئی کارروائی اور اگر کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(7) جہاں کوئی ایسی رپورٹ یا اس کا کوئی حصہ کسی ایسے مضمون سے متعلق ہے جن کا کسی ریاست کی سرکار سے تعلق ہے تو ایسی رپورٹ کی نقل اس ریاست کے گورنر کو بھیجی جائے گی جو اسے ریاست کی قانون ساز مجلس کے روبرو پیش کروائے گا اور اس کے ساتھ ریاست سے متعلق سفارشوں پر کی گئی یا کیے جانے کے لیے تجویز کی ہوئی کارروائی اور اگر کوئی ایسی سفارش نامنظور کی گئی ہے تو نامنظوری کی وجوہات کو واضح کرنے والی تشریحی یادداشت بھی ہوگی۔

(8) کمیشن کوفقرہ (5) کے ذیلی فقرہ (الف) میں محولہ کسی مضمون کی جانچ کرتے وقت یا ذیلی فقرہ (ب) میں محولہ کسی شکایت کے بارے میں جانچ کرتے وقت بالخصوص مندرجہ ذیل مضامین کے متعلق وہ سبھی اختیارات ہوں گے جو مقدمہ کی سماعت کرتے وقت دیوانی عدالت کو ہیں، یعنی:

(الف) بھارت کے کسی بھی حصہ سے کسی شخص کو سمن کرنا اور حاضر کرانا اور حلف پر اس کی آزمائش کرنا؛

(ب) کسی دستاویز کو ظاہر اور پیش کرنے کا مطالبہ کرنا؛

(ج) حلف ناموں پر شہادت لینا؛

(د) کسی عدالت یا دفتر سے کسی قومی ریکارڈ یا اس کی نقل کا مطالبہ کرنا؛

(ہ) گواہوں اور دستاویزوں کی آزمائش کے لیے کمیشن نکالنا؛

(و) کوئی دیگر معاملہ جو صدر قانون کے ذریعہ طے کرے۔

(9) یونین اور ہر ایک ریاست کی سرکار درج فہرست قبیلوں کو متاثر کرنے والے سبھی اہم پالیسی امور پر کمیشن سے مشورہ کرے گی۔

(10) اس دفعہ میں درج فہرست ذاتوں کے لیے ہدایت کا یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ اس کے ضمن میں ایسے دیگر پسماندہ طبقوں کے لیے ہر ہدایت جن کو صدر دفعہ 340 کے فقرہ (1) کے تحت متعین کمیشن کی رپورٹ کو حاصل کرنے پر حکم کے ذریعہ صراحت کرے اور اینگلو انڈین فرقے کے لیے ہدایت بھی ہے۔

-3 **قومی صفائی کارکنان کمیشن:**

حکومت نے قومی صفائی کارکنان کمیشن ایکٹ کے تحت قومی صفائی کارکنان کمیشن کی تشکیل کی ہے تاکہ صفائی کرمچاریوں کے حقوق کا تحفظ کیا جا سکے اور ان سے متعلق یا ان کے ضمنی امور کی بابت توضیع کی جائے۔ اس کمیشن کے کارہائے منصبی اور اختیارات درج ذیل ہیں۔

کمیشن کے کارہائے منصبی اور اختیارات

(1) کمیشن مندرجہ ذیل تمام کارہائے منصبی یا ان میں سے کوئی کار منصبی انجام دے گا، یعنی:......

(الف) صفائی کرمچاریوں کے لیے حیثیت میں عدم مساوات کے خاتمے، سہولیات اور مواقع کی بابت ایک معینہ مدت کے ایکشن پلان، کے تحت مخصوص پروگراموں کی مرکزی حکومت کو سفارش کرنا؛

(ب) صفائی کرمچاریوں کی سماجی اور معاشی آبادکاری سے متعلق پروگراموں اور اسکیموں کی عمل آوری کا جائزہ لینا اور اندازہ لگانا اور ایسے پروگراموں اور اسکیموں کی بہتر ربط دہی اور عمل آوری کے لیے مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کو سفارشات کرنا؛

(ج) مخصوص شکایات کی تحقیقات کرنا اور عدم عمل آوری سے متعلق مندرجہ ذیل امور کی نسبت ازخود توجہ دینا۔

(i) صفائی کرمچاریوں کے کسی گروپ سے متعلق پروگرام یا اسکیمیں؛

(ii) ایسے رہنما اصول یا ہدایات جن کا مقصد صفائی کرمچاریوں کی مشکلات دور کرنا ہے؛

(iii) صفائی کرمچاریوں کی سماجی اور معاشی ترقی کے لیے اقدام؛

(iv) صفائی کرمچاریوں کو لاگو قانون کی توضیحات؛

(د) مرکزی اور ریاستی حکومت کو صفائی کرمچاریوں سے متعلق کسی امر کی نسبت میعادی رپورٹیں بھیجنا اور صفائی کرمچاریوں کو درپیش مشکلات نااہلیتوں کی جانب دھیان دینا؛

(ہ) کوئی ایسا دیگر امر جس کی نسبت مرکزی حکومت اسے رجوع کرے۔

(2) ذیلی دفعہ 1 کے تحت اپنے کارہائے منصبی انجام دیتے ہوئے، کمیشن کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ کسی بھی حکومت یا مقامی یا دیگر حاکم سے اس ذیلی دفعہ میں مصرحہ کسی امر کی بابت جانکاری حاصل کر سکے۔

ڈاکٹر امبیڈکر اور اقلیتوں کو قانونی تحفظ

واضعین نے جو آئین ہمیں دیا ہے اس کے مطابق ہمارا ملک ایک مقتدر، سماج وادی، سیکولر اور عوامی جمہوریہ ہے اور ملک کے تمام شہریوں کو بغیر کسی امتیاز و تفریق کے سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف حاصل ہے اور تمام لوگوں کو دیگر حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرنے اور اپنے عقیدے و دین کے مطابق عبادت کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے میں سب کو برابر کے مواقع حاصل ہیں۔

آئین کے جز 3 میں شامل دفعات 12 تا 35 بنیادی حقوق سے متعلق ہیں۔ کسی بھی ملک کے آئین یا دستور یا قانون اساسی میں بنیادی حقوق کی وہی حیثیت ہے جو جسمانی نظام میں شہ رگ کی۔ بنیادی حقوق جنھیں اگر بنیادی انسانی حقوق بھی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، عطا کرنے کی غرض اور واحد غرض یہی ہوتی ہے کہ ملک کے عوام کے تمام شہری، سیاسی، سماجی، معاشی، تہذیبی، ثقافتی و مذہبی حقوق کی حفاظت کی جائے۔ آئین کے جز 3 میں شامل تمام حقوق عمومی طور پر اقلیتوں کو بھی حاصل ہیں اور ان بنیادی حقوق کا ہم باب 4 میں تفصیل سے جائزہ لے چکے ہیں جیسے قانون کی نظر میں مساوات (دفعہ 14)، مذہب، نسل، ذات یا جنس یا مقام پیدائش کی بنا پر امتیاز کی ممانعت (دفعہ 15)، سرکاری ملازمت کے لیے مساوی مواقع (دفعہ 16)، آزادیٔ تقریر وغیرہ سے متعلق بعض حقوق کا تحفظ (دفعہ 19)۔ 20۔ اثبات جرائم کے بارے میں تحفظ (دفعہ 20)، جان (نفس) اور شخصی آزادی کا تحفظ (دفعہ 21)، تعلیم کا حق (دفعہ 21 الف)، بعض صورتوں میں

گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ (دفعہ 22)، انسانوں کی تجارت اور جبری خدمت کی ممانعت (دفعہ 23) اور بچوں کو کارخانوں وغیرہ میں مامور کرنے کی ممانعت (دفعہ 24)۔ اب ہم ان دفعات کا جائزہ لیں گے جو اقلیتوں کے حقوق اور مذہبی آزادی وغیرہ سے متعلق ہیں:

مذہب کی آزادی کا حق

دفعہ 25- آزادیٔ ضمیر اور مذہب کو قبول کرنے اور اس کی پیروی و تبلیغ کی آزادی:

(1) تمام اشخاص کو آزادیٔ ضمیر اور آزادی سے مذہب قبول کرنے، اس کی پیروی اور اس کی تبلیغ کرنے کا مساوی حق ہے بشرطیکہ امن عامہ، اخلاق عامہ، صحت عامہ اور اس حصہ کی دیگر توضیعات متاثر نہ ہوں۔

(2) اس دفعہ کا کوئی امر کسی ایسے موجودہ قانون کے نفاذ کو متاثر نہ کرے گا اور نہ وہ ایسے قانون کے بنانے میں مملکت کا مانع ہوگا جو......

(الف) کسی معاشی، مالیاتی، سیاسی یا دیگر غیر مذہبی سرگرمی کو جس کا تعلق مذہبی عمل سے ہوسکتا ہو منضبط کرے یا اس پر پابندی لگائے،

(ب) سماجی بہبودی اور سدھار کے لیے یا ہندوؤں کے عوامی نوعیت کے مذہبی اداروں کو ہندوؤں کے تمام طبقوں اور فرقوں کے لیے کھول دینے کے بارے میں توضیع کرے۔

تشریح 1: کرپان باندھنا اور اس کو ساتھ رکھنا سکھ مذہب کے عقیدہ میں شامل ہونا متصور ہوگا۔

تشریح 2: فقرہ (2) کے ذیلی فقرہ (ب) میں ہندوؤں کے حوالہ کی یہ تعبیر کی جائے کہ اس میں سکھ، جین یا بدھ مذہب کے پیروؤں کا حوالہ شامل ہے اور ہندو مذہبی اداروں کے حوالے کی حسبہ تعبیر کی جائے گی۔

تبصرہ

ہمارا ملک ایک سیکولر ملک ہے اور ہمارے ملک میں سب کو مکمل آزادی حاصل ہے۔ سیکولرزم کوئی فرسودہ قیاسی اصطلاح، سیاسی استعارہ یا مفروضہ نہیں ہے۔ یہ تو بھارت کے آئین کا جزو لاینفک اور آئین کی روح ہے اور اسی لیے اسے آئین کی تمہید میں شامل کیا گیا ہے۔

ہندستانی پس منظر میں سیکولرزم کی بنیاد دو اصولوں پر ہے۔ ایک تو یہ کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ مختلف مذاہب کے ماننے والے یا مختلف عقائد میں یقین رکھنے والے افراد قانون کی نظر میں برابر ہیں اور ان سب کے ساتھ برابر کا برتاؤ کیا جانا چاہیے اور کسی بھی طرح کا امتیاز نہیں برتا جانا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ کچھ ہاتھوں میں تو رنگ حنا ہو تو کچھ میں صرف لکیریں یعنی یکساں حالات اور یکساں صورت حال میں مذہب، نسل، ذات، یا کسی بھی دیگر بنیاد پر امتیازی رویہ و عدم مساوات۔ ہماری عدلیہ خصوصاً سپریم کورٹ کے رو برو سیکولرزم کے سلسلے میں دائر کیے گئے مقدمات کی ایک طویل فہرست ہے جو سردار طاہرالدین سیدنا صاحب بنام ریاست بمبئی (اے آئی آر 1962 ایس سی 853) سے شروع ہو کر تا ہنوز جاری ہے۔ کیشوا نند بھارتی بنام ریاست کیرالہ (اے آئی آر 1973 ایس سی 1461)، اندرا گاندھی بنام راج نرائن (اے آئی آر 1975 ایس سی 2299)، منروا ملز لمیٹڈ بنام یونین آف انڈیا (اے آئی آر 1980 ایس سی 1789)، ایس آر بمئی بنام یونین آف انڈیا (اے آئی آر 1994 ایس سی 1918) و دیگر معاملوں میں سپریم کورٹ اس بات کی وضاحت کر چکی ہے کہ سیکولرزم آئین کے بنیادی ڈھانچے کا جزو لاینفک ہے اور اس بنیادی ڈھانچے کو نہیں بدلا جا سکتا۔ دیگر معاملات میں بھی جن میں سیکولرزم کی اصطلاح آئین میں واضح نہ ہونے کی بات کہی گئی ہے ان میں بھی آئین میں سیکولرزم کے تصور کو نکارا نہیں گیا ہے۔

آیئے اب اس بات پر غور کریں کہ آخر سیکولر جیسی اصطلاح کو اتنی تاخیر سے یعنی 1976 میں آئین کی تمہید میں کیوں شامل کیا گیا۔ اس کے لیے ہمیں پھر ایک بار آئین کی ڈرافٹنگ کی تاریخ کا مختصر حوالہ دینا ضروری ہے۔ اس سے قبل کہ ہم تمہید (preamble) کے تاریخی سفر کا جائزہ لیں یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ تمہید کیا ہوتی ہے اور قانون کی نظر میں اس کی کیا اہمیت ہے۔ کسی بھی قانون کی تمہید میں اصل دفعات اور اس قانون کے نفاذ کی ضرورت اور غرض و غایت بیان کی جاتی ہے اور اگر قانون یا آئین میں، جسے ملک کے بنیادی قانون کا درجہ حاصل ہے، کی کوئی دفعہ واضح نہیں ہوتی تو اس کی صحیح تعبیر کے لیے تمہید کی جانب رجوع کیا جا سکتا ہے تا کہ یہ پتہ لگایا جا سکے کہ مقننہ یا قانون ساز اداروں کا ایسا قانون لانے کا کیا منشا اور کیا غرض و غایت تھی۔ اگرچہ

1976 سے قبل یہ تصور تحریری طور پر آئین کا حصہ نہیں تھا لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آئین میں اس سے قبل سیکولرزم کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی۔ ہمیں اس بات کا اشارہ مارچ 1931 میں کراچی میں منعقد انڈین نیشنل کانگریس کے 45ویں اجلاس میں 'بنیادی حقوق اور اقتصادی پروگرام' عنوان کے تحت منظور کی گئی اس تجویز کی مد 2 بعنوان' حکومت کی جانب سے مذہبی غیر جانبداری (Religious Neutrality)' سے ملتا ہے۔ یاد رہے کہ اس تجویز کی بنیاد پر ہی 13 دسمبر 1946 کو پنڈت جواہر لعل نہرو نے آئین ساز اسمبلی میں ایک تجویز جسے تجویز اغراض (Objectives Resolution) کہا جاتا ہے پیش کی تھی۔ اس تجویز کو اتفاق رائے سے آئین ساز اسمبلی نے 22 جنوری 1947 کو دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ یہ اعلان کرتے ہوئے منظور کرلیا تھا کہ آئین وضع کرتے وقت متذکرہ بالا دونوں تجاویز میں شامل باتوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔

جہاں تک لفظ سیکولر کی بات ہے اسے آئین (42ویں ترمیم) ایکٹ، 1976 کے ذریعہ آزادی کے تقریباً 30 سال بعد آئین میں شامل کیا گیا۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب جسے ہم نے آئین کی دفعہ 51 الف میں 'ملی جلی ثقافت' کا نام دیا ہے اور جو ہزار ہا سال گزر جانے کے باوجود تا ہنوز بقید حیات ہے اسے کس طرح زندہ رکھا جائے۔ اس کے بغیر 'ایک بھارت اور شریشٹھ بھارت' کا سپنا کبھی ساکار نہیں ہوسکتا۔ یہ سپنا ہر بھارتی کا ہے۔ یہی سپنا گاندھی، نہرو اور ابوالکلام آزاد اور ہمارے دیگر مجاہدین آزادی کا بھی تھا۔ خود مرد آہن سردار پٹیل نے آزادی کے بعد لکھنؤ میں منعقد اجلاس میں کہا تھا:

'ہندوستان ہم سب کا ملک ہے۔ ہم اس میں ایک ساتھ تیریں گے اور ایک ساتھ ڈوبیں گے یعنی ساتھ جئیں گے اور ساتھ مریں گے۔'

اس طرح ہم سب ہندوستان کے 125 کروڑ لوگ ایک باوقار زندگی اور باوقار موت کے حقدار ہیں۔ یہ تبھی ممکن ہے جب ارباب حکومت اور عوام دونوں کو ایک دوسرے پر مکمل بھروسہ ہو، سب کے دل صاف ہوں، نیک نیتی اور ایمانداری کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے، بغیر کسی معقول وجہ کے کسی کے ساتھ ترجیحی یا امتیازی سلوک نہ کیا جائے، زبان یا قلم سے کسی کی دل آزاری نہ کی جائے، نہ ایسی کتابیں لکھی جائیں نہ ایسا لٹریچر تیار کیا جائے اور نہ اس طرح کی تخلیقات کو

پڑھنے کے لیے کسی کو مجبور کیا جائے جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔ یہی ہے سیکولرزم کا نچوڑ۔ شاید ہماری سپریم کورٹ نے بھی انہی باتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ماحولیاتی آلودگی و تعفن سے متعلق ایک معاملے [(2005) 5 ایس سی سی 733] میں زندگی یا حیات (جان / نفس) کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ زندگی صرف زندہ رہنے یا محض طبعی وجود کا نام نہیں ہے بلکہ یہ انسان کا بنیادی حق ہے اور آئین کی دفعہ 21 کے تحت اس بات کی پوری پوری ضمانت دی گئی ہے کہ زندگی سے مراد ایک باوقار زندگی ہے اور اس میں زندگی کا ہر وہ پہلو شامل ہے جو زندگی کو بامعنی، مکمل اور جینے کے قابل بناتا ہے۔

آیئے اب ہم سرزمین گجرات کے سابرمتی آشرم میں صدر مملکت پرنب مکھرجی کے اس قول کو کہ اصل گندگی وہ نہیں جو گلیوں میں نظر آتی ہے بلکہ وہ ہے جو معاشرے کو تقسیم کرنے والے خیالات کے سبب ہمارے دماغ میں موجود رہتی ہے اور گاندھی جی کے اس قول کو کہ انصاف پسند، غیر جانبدار اور امن و آشتی والا معاشرہ وہ ہوتا ہے جس میں ملک کا ہر طبقہ بغیر کسی جھجھک کے ترقی کر سکے اور اسے معاشرے میں احترام و عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے، کیوں نہ اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔

دفعہ 26۔ مذہبی امور کے انتظام کی آزادی: اس شرط کے ساتھ کہ امن عامہ، اخلاق عامہ اور صحت عامہ متاثر نہ ہوں ہر ایک مذہبی فرقے یا اس کے کسی طبقے کو حق ہوگا:-

(الف) مذہبی اور خیراتی اغراض کے لیے ادارے قائم کرنے اور چلانے کا،

(ب) اپنے مذہبی امور کا انتظام خود کرنے کا،

(ج) منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کے مالک ہونے اور اس کو حاصل کرنے کا، اور

(د) ایسی جائداد کا قانون کے بموجب انتظام کرنے کا۔

دفعہ 27۔ کسی خاص مذہب کے فروغ کے لیے ٹیکس ادا کرنے کے بارے میں آزادی: کسی شخص کو ایسے ٹیکسوں کے ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جن کی آمدنی کسی خاص مذہب یا مذہبی فرقہ کی ترقی یا اس کو قائم رکھنے کے مصارف ادا کرنے کے لیے صراحتاً صرف کی جائے۔

دفعہ 28۔ بعض تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم پانے یا مذہبی عبادت میں حاضر رہنے کے بارے میں آزادی:

(1) کسی ایسے تعلیمی ادارہ میں جو مکمل طور پر مملکتی فنڈ سے چلایا جاتا ہو کوئی مذہبی تعلیم نہیں دی جائے گی۔

(2) فقرہ (1) کے کسی امر کا اطلاق ایسے تعلیمی ادارہ پر نہیں ہوگا جس کا انتظام مملکت کرتی ہو لیکن جو کسی ایسے وقف یا ٹرسٹ کے تحت قائم کیا گیا ہو جو ایسے ادارہ میں مذہبی تعلیم دینا لازم قرار دے۔

(3) کسی ایسے شخص پر جو کسی ایسے تعلیمی ادارہ میں پڑھتا ہو جو مملکت کا مسلمہ ہو یا جس کو مملکتی فنڈ سے امداد ملتی ہو یہ لازم نہ ہوگا کہ وہ کسی ایسی مذہبی تعلیم میں حصہ لے جو ایسے ادارے میں دی جائے یا ایسی مذہبی عبادت میں شریک ہو جو ایسے ادارہ میں یا اس کی ملحقہ عمارت واراضی میں کی جائے بجز اس کے کہ ایسے شخص نے یا اگر وہ نابالغ ہو تو اس کے ولی نے اس کے لیے اپنی رضامندی دی ہو۔

ثقافتی اور تعلیمی حقوق

دفعہ 29۔ اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ:

(1) بھارت کے علاقے میں یا اس کے کسی حصہ میں رہنے والے شہریوں کے کسی طبقہ کو جس کی اپنی الگ جداگانہ زبان، رسم الخط یا ثقافت ہو اس کو محفوظ رکھنے کا حق ہوگا۔

(2) کسی شہری کو ایسے تعلیمی ادارہ میں جس کو مملکت چلاتی ہو یا جس کو مملکتی فنڈ سے امداد ملتی ہو داخلہ دینے سے محض مذہب، نسل، ذات، زبان یا ان میں سے کسی کی بنا پر منع نہیں کیا جائے گا۔

تبصرہ

ٹی. ایم. اے. پائی فاؤنڈیشن بنام ریاست کرناٹک ودیگر والے معاملے (جے ٹی (9)2002 ایس سی آئی) میں سپریم کورٹ نے ''اقلیت'' کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ آئین کی دفعہ 30 کے تحت ''اقلیت'' کی اصطلاح میں لسانی اور مذہبی اقلیتیں شامل ہیں۔ چونکہ ہندوستان میں ریاستوں کی تنظیم نو لسانی بنیادوں پر ہوتی رہی ہے

اس لیے اقلیت کا تعین کرنے کی غرض کے لیے اکائی ریاست ہوگی نہ کہ پورا ملک۔اس طرح مذہبی اور لسانی اقلیتوں، جنھیں دفعہ 30 میں برابری کا درجہ دیا گیا ہے، کا تعین ریاستی بنیاد پر کیا جائے گا۔

سپریم کورٹ نے ٹی ایم اے پائی فاؤنڈیشن بنام ریاست کرناٹک و دیگر والے معاملے میں مساوات اور سیکولرازم کے بارے میں مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:

''ہمارے ملک کو اکثر بھارت ماتا۔ مدر انڈیا۔یعنی مادر ہند کی شکل میں ایک فرد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ بھارت کے عوام کو اس کی اولاد سمجھا جاتا ہے، جس کے لیے اس کے دل میں ہمیشہ جذبۂ فلاح نہاں رہتا ہے۔ کسی مشفق ماں کی طرح،اس کو بھی خاندان کی بہبود مقدم ہوتی ہے۔ کسی بھی صحت مند خاندان کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا ہر فرد مضبوط اور تندرست ہو۔لیکن سبھی افراد کی ہیئت،خواہ وہ جسمانی ہو اور/ یا ذہنی، یکساں نہیں ہوتی۔مناسب اور صحت مند نشوونما کے لیے، یہ بات والدین اور خصوصاً ماں کے لیے قدرتی ہے کہ وہ کمزور بچے کا زیادہ سے زیادہ دھیان رکھے اور اسے بہتر غذا دے تاکہ وہ مزید صحت مند ہو سکے۔اسے زیادہ کھانا دینا اور اس کا زیادہ دھیان رکھنا اور تعلیم کے معاملے میں اس کی مدد کے لیے پرائیوٹ ٹیوشن کو یقینی بنانا ایک معنی میں کمزور بچے کے ساتھ ترجیحی سلوک کرنے کے مرادف ہے۔جس طرح کسی بوڑھے اور معذور شخص کو کوئی جسمانی یا مادی امداد دینا نامناسب یا غیر منصفانہ نہیں سمجھا جاسکتا اسی طرح معقول وجوہات کی بنا پر کسی خاص زمرے کے لوگوں کو کچھ حقوق عطا کرنا غیر منصفانہ نہیں سمجھا جاسکتا۔ بھارت میں سبھی لوگ ایک جیسے نہیں ہیں اور اسی لیے اگر سماج کے کسی مخصوص طبقہ کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا جاتا ہے تو اس پر تیوری نہیں چڑھائی جاسکتی۔دفعہ 30 ایک ایسا مخصوص حق ہے جو مذہبی اور لسانی اقلیتوں کو ان کی تعداد کم ہونے کے باعث اور ان میں تحفظ اور اعتماد کا احساس پیدا کرنے کے لیے عطا کیا

گیا ہے جبکہ بنفسہ انھیں سماج کا کمزور اور غیر مراعاتی طبقہ نہیں سمجھا جاسکتا.....

ہندوستان کی 100 کروڑ کی آبادی (جو اب 125 کروڑ ہوچکی ہے) میں 6 خاص نسلی گروپ ہیں اور 52 بڑے قبیلے ہیں، 6 بڑے مذاہب ہیں اور 6400 ذاتیں اور ذیلی ذاتیں ہیں، 18 بڑی زبانیں ہیں اور 1600 چھوٹی زبانیں اور بولیاں ہیں۔ بھارت میں سیکولرازم کی روح کو رنگ برنگے MOSAIC میں تراشے ہوئے پتھر کے ٹکڑوں سے بنائے گئے نقشے کے ذریعہ بھی دکھایا جاسکتا ہے۔ جس میں بھارت کے مذکورہ 100 کروڑ لوگ سنگ مرمر کے ایسے ٹکڑے ہوں گے جن سے وہ نقشہ تیار کیا جائے گا۔ ان میں ہر شخص، خواہ اس کی کوئی بھی زبان، ذات یا مذہب ہو، کی شناخت کا تحفظ کیا جائے گا تاکہ جب ان ٹکڑوں کو جوڑا جائے تو اس سے ایک ایسی تصویر ابھر کر سامنے آئے جس میں بھارت کی مختلف جغرافیائی خصوصیات اجاگر ہوں انسانوں کی شکل میں سنگ مرمر کے یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جو شکل وصورت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوسکتے ہیں لیکن جب انھیں صحیح طریقے سے یکجا کیا جائے گا تو ان سے بھارت کا ایک خوبصورت نقشہ ابھر کر سامنے آئے گا۔ بھارت کے ہر شہری کی طرح ہر ٹکڑا بھارت کی مکمل تصویر بنانے کے عمل میں اہمیت رکھتا ہے۔ نقشے میں الگ الگ رنگ اور ایک ہی رنگ کے مختلف شیڈ ان سنگ مرمر کے گونا گوں رنگ کے شیڈ اور رنگوں کا ہی نتیجہ ہیں لیکن اگر سنگ مرمر کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کو بھی اس میں سے نکال دیا جائے تو بھارت کے نقشے کی شکل ہی بگڑ جائے گی۔ اور اس کی خوبصورتی بھی باقی نہیں رہے گی.....

قوم کی تشکیل میں ملک کے ہر باشندے کا اپنا ایک مقام ہوتا ہے۔ ہر ٹکڑا

اپنے رنگ کو برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ کوئی بھی ٹکڑا خود ایک معمولی پتھر ہو سکتا ہے لیکن جب اسے صحیح ڈھنگ سے لگایا جائے گا تو اس سے بھارت کے الگ الگ رنگ اور روپ کی مکمل تصویر ابھر کر سامنے آئے گی.....

بھارت کے ہر شہری کی حیثیت بھی کچھ اسی طرح ہے۔ آئین بھارت کے عوام کے الگ الگ رنگ اور روپ کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن وہ ان کی جداگانہ حیثیت کے باوجود ان میں سے ہر ایک کو مساوی اہمیت دیتا ہے کیونکہ اسی طرح ہی ایک متحدہ سیکولر قوم وجود میں آتی ہے۔ کسی مکمل قوم کی تشکیل میں کام آنے والے مختلف ٹکڑوں کے تحفظ اور انھیں قائم رکھنے کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے آئین میں دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ مساوات کے بنیادی اصول کو قائم رکھتے ہوئے ایسی بہت سی توضیعات شامل کی گئی ہیں جو ان گوناگوں ٹکڑوں کے تحفظ کو یقینی بناتی ہیں، مختلف قسم کے لوگوں، جن کی زبان اور عقائد الگ الگ ہوں، کو تسلیم کرنا اور انھیں تحفظ فراہم کرنا اور ایک مکمل اور متحد بھارت کی تشکیل کے لیے یکجا کرنا ہی بھارت کے سیکولرازم کی روح ہے۔"

دفعہ 30۔ اقلیتوں کو تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق:

(1) تمام اقلیتوں کو خواہ وہ مذہب کی بنا پر ہوں یا زبان کی، اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔

(1 الف) فقرہ (1) میں محولہ کسی اقلیت کے قائم کردہ اور زیر انتظام کسی تعلیمی ادارے کی کسی جائیداد کے لازمی حصول کی نسبت کوئی قانون بناتے وقت مملکت اس امر کو یقینی بنائے گی کہ ایسی جائیداد کے حصول کے لیے ایسے قانون کی رو سے مقررہ یا اس کے تحت تعین شدہ رقم ایسی ہو جس سے اس ضمن کے تحت ایسا حق، جس کی ضمانت دی گئی ہے، محدود یا ساقط نہ ہو جائے۔

(2) مملکت تعلیمی اداروں کو امداد عطا کرتے ہیں کسی تعلیمی ادارے کے خلاف اس بنا پر امتیاز نہ

برتے گی کہ وہ کسی اقلیت کے زیر انتظام ہے خواہ وہ اقلیت مذہب کی بنا پر ہو یا زبان کی۔

وضاحت

مندرجہ بالا توضیعات کا مقصد اقلیتوں میں تحفظ کا احساس پیدا کرنا تھا۔ ان کا مقصد یہ ہرگز نہیں تھا اور نہ ہے کہ اقلیتیں اس کا ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ اے۔ پی کرسچن والے معاملے میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ ان توضیعات کا مقصد جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے، اقلیتوں میں احساس تحفظ پیدا کرنا تھا نہ کہ اسے بنیاد بنا کر بے بنیاد باتیں کرنا۔ عدالت کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اقلیت کے اس پردے میں جھانک کر یہ دیکھ سکے کہ دراصل کسی اقلیتی ادارے کے پس پردہ کون ہے۔ یہ ادارے صحیح معنوں میں اور حقیقتاً اقلیتوں کے تعلیمی ادارے ہونے چاہئیں۔ محض ٹھوٹا لگانے سے کوئی ادارہ اقلیتی ادارہ نہیں بن سکتا۔ سپریم کورٹ نے بہت سے معاملوں میں اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اقلیتوں کو اپنے اداروں کا انتظام کرنے کا حق دینے کا یہ مطلب نہیں نکالا جاسکتا کہ انھیں بدنظمی اور بدانتظامی کا حق بھی حاصل ہے۔ فرینک انتھونی پبلک اسکول ایمپلائز ایسوسی ایشن بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (1987) میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ اقلیتی اداروں کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنے ملازمین کے ساتھ زیادتیاں کریں یا استحصال کریں۔ سپریم کورٹ نے مینجمنٹ تھامس یو۔ پی اسکول کیرالہ ودیگر ایک بنام کمشنر وسکریٹری جنرل ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ ودیگر والے معاملے میں یہ کہا ہے کہ فرد واحد بھی اقلیتی ادارہ قائم کرسکتا ہے۔ سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ کیرالہ ہائی کورٹ کے ایک فیصلے کے خلاف کی گئی اپیل میں کیا ہے۔ پرانی نظیروں کے مطابق ایک شخص اقلیتی ادارہ قائم نہیں کرسکتا تھا۔ اس فیصلے کی رو سے ان لوگوں کو جن میں خدمت خلق کا جذبہ ہے اور فرد واحد کی حیثیت سے بہت کچھ کرنے کی طلب ہے بآسانی اقلیتی ادارے قائم کرسکیں گے۔

ٹی۔ ایم۔ پائی فاؤنڈیشن بنام ریاست کرناٹک ودیگر والے معاملے میں سپریم کورٹ نے اقلیتوں کو تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کے بارے میں مندرجہ ذیل فیصلہ دیا ہے:-

''دفعہ 30(1) مذہبی اور لسانی اقلیتوں کو اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرنے کا حق دیتی

ہے ''اپنی پسند کے'' الفاظ کا استعمال اس بات کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ دفعہ 30 کے تحت پیشہ ورانہ تعلیمی ادارے بھی آئیں گے۔

اقلیتوں کے ایسے تعلیمی اداروں میں جنھیں کوئی امداد نہ ملتی ہو یعنی وہ اسکول اور انڈر گریجویٹ کالج جہاں لیاقت کی بنیاد پر انتخاب (Merit Based Selection) کی عملی طور پر گنجائش ہی نہیں ہوتی، طلبا کے داخلے کی ضابطہ بندی متعلقہ ریاست یا یونیورسٹی نہیں کرسکتی، سوائے تعلیمی معیار کے مدنظر قابلیت اور اہلیت کی کم از کم شرائط کی بابت توضیعات کرنے کے۔

پیشہ ورانہ اداروں کو امداد دیتے وقت امداد دینے والے حکام کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ ذیلی اصول یا قواعد کے ذریعہ وہ شرائط مقرر کرسکیں جن کی بنیاد پر لیاقت کی بنا پر مختلف ایسے کالجوں میں جنھیں امداد ملتی ہو داخلہ دیا جائے گا اور ساتھ ہی اقلیتوں سے تعلق نہ رکھنے والے طلبا کی بابت ریاست کی تحفظات کی پالیسی پر عمل درآمد ہوتا رہے گا۔ لیاقت کا تعین یونیورسٹی یا حکومت کے ذریعہ کرائے جانے والے داخلے کے مشترکہ امتحان، جس کے بعد مشورہ (Counselling) بھی دیا جائے گا، کے ذریعہ یا ہر ادارے کے ذریعہ کرائے جانے والے داخلے کے امتحان کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ اس میں سے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے گا اس کا فیصلہ یونیورسٹی یا سرکار کرے گی۔ حکام یہ یقینی بنانے کے لیے کہ ایسے پیشہ ورانہ اداروں میں جنھیں امداد ملتی ہو، داخلہ لیاقت کی بنیاد پر ملے دیگر تدابیر بھی کر سکتے ہیں۔ ایسے اداروں کے معاملوں میں سرکار یا یونیورسٹی کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ سماج کے کمزور طبقوں کا بھی دھیان رکھیں۔

طلبا کے داخلہ اور انتخاب کے لیے اقلیتی ادارہ کوئی بھی طریق کار یا طریقہ اختیار کرسکتا ہے لیکن یہ طریقۂ کار مناسب اور صاف ستھرا ہونا چاہیے اور پیشہ ورانہ و اعلیٰ تعلیم کے کالجوں میں انتخاب لیاقت کی بنیاد پر ہی ہونا چاہیے۔ اختیار کردہ طریق کار یا انتخاب بدانتظامی کے مرادف نہیں ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ ایسے اقلیتی ادارے کو بھی جسے مالی امداد نہیں ملتی داخلہ کے لیے طلبا کی لیاقت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ چونکہ متذکرہ بالا کالجوں میں طلبا کو داخلہ دینے کے اپنے حق کا استعمال کرتے وقت اگر وہ ادارہ ایسا نہیں کرتا ہے تو وہ کبھی اپنے عروج پر نہیں پہنچ سکتا۔

جہاں تک انتظام کے مختلف پہلوؤں کی ضابطہ بندی کی بابت قانونی توضیعات کا تعلق ہے

کسی ایسے ادارے کے معاملہ میں جسے امداد نہیں ملتی ضابطہ بندی کی پابندیاں کم سے کم ہونی چاہئیں البتہ اس کے تسلیم کیے جانے اور اس کے کسی یونیورسٹی یا بورڈ سے الحاق کی شرائط کی تعمیل ہونی چاہیے۔ لیکن روزمرہ کے انتظامی معاملات میں جیسے تدریسی اور غیر تدریسی عملے کی تقرری اور ان پر انتظامی کنٹرول کے معاملے میں منتظمین کو مکمل آزادی ہونی چاہیے اور کوئی بھی نگراں ایجنسی نہیں ہونی چاہیے۔ البتہ تدریسی عملے کے انتخاب اور تادیبی کارروائی کے لیے منتظمین کو خود ایک معقول طریقۂ کار اختیار کرنا ہوگا۔

امداد لینے والے اور امداد نہ لینے والے اداروں کے ملازموں کی، جنھیں سزا دی جاسکتی ہے یا جن کی ملازمت ختم کی جاسکتی ہے، شکایات کے ازالہ کے لیے ضابطہ سازی کرنی ہوگی اور ہماری رائے یہ ہے کہ اس کے لیے مناسب ٹریبونل تشکیل دیے جاسکتے ہیں اور ایسے ٹریبونل کا افسر جلیس ضلع جج کے مرتبہ کا عدالتی افسر ہوگا۔

ریاست یا دیگر نگراں حکام کسی بھی تعلیمی ادارے میں مدرس یا پرنسپل کی تقرری کے لیے کم از کم اہلیت، تجربہ اور لیاقت سے متعلق دیگر شرائط مقرر کرسکتے ہیں۔

ایسے تدریسی اور غیر تدریسی عملے کی جس کے لیے سرکار سے امداد ملتی ہے، شرائط ملازمت پر اطلاق کے لیے عملے پر منتظمین کے انتظامی کنٹرول میں مداخلت کیے بغیر ضوابط وضع کیے جاسکتے ہیں۔

ایسے اداروں، جنھیں امداد نہیں ملتی ہے، کے ذریعہ لی جانے والی فیس کی ضابطہ بندی نہیں کی جاسکتی لیکن کسی بھی ادارے کو امدادی فیس (Capitation Fee) نہیں لینی چاہیے۔ عدالت نے سینٹ اسٹیفنس کالج والے معاملے میں جو فیصلہ دیا تھا اس کا حاکمانہ عنصر، جیسا کہ اس فیصلہ میں ذکر ہے، بالکل درست ہے لیکن فیصد کی سخت گیرانہ شرط عائد نہیں کی جاسکتی۔ یہ بات حکام پر چھوڑ دینی چاہیے کہ وہ ادارے کی نوعیت، آبادی اور اقلیتوں کی تعلیمی ضروریات کو دھیان میں رکھتے ہوئے کوئی بھی مناسب فیصد مقرر کریں۔

آئین کی دفعات میں 'تعلیم' کی اصطلاح سے مراد ہے اور اس میں شامل ہے پرائمری اسکولوں سے لے کر پوسٹ گریجویٹ درجات تک کی تعلیم، اس میں پیشہ ورانہ تعلیم بھی شامل ہے۔

"تعلیمی ادارے" کی اصطلاح سے وہ ادارے مراد ہیں جو تعلیم دینے کا کام کرتے ہیں اور جہاں "تعلیم" کو متذکرہ بالا تعبیر کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔

آئین کی دفعہ 19 (1) (ز) اور دفعہ 26 کے تحت سبھی شہریوں کو تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کے حق کی ضمانت دی گئی ہے لیکن اقلیتوں کو یہ ضمانت خصوصی طور پر دفعہ 30 کے تحت دی گئی ہے۔

سبھی شہریوں کو دفعہ 19 (1) (ز) اور دفعہ 26 کے تحت تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق حاصل ہے لیکن یہ حق دفعہ 19 (ہ) اور دفعہ 26 (الف) کی توضیعات کے تابع ہے۔ البتہ اقلیتی اداروں کو اقلیتی فرقہ سے تعلق رکھنے والے طلبا کو فیصلہ ہذا میں متذکرہ طریقہ سے داخلہ دینے کا حق حاصل ہوگا۔

بعض قوانین کا تحفظ

دفعہ 31 الف۔ ان قوانین کا تحفظ جن میں املاک وغیرہ کو حاصل کرنے کی توضیح ہو:

(1) دفعہ 13 میں مندرجہ کسی امر کے باوجود کسی قانون کا جس میں......

(الف) مملکت کی املاک یا اس میں کوئی حقوق حاصل کرنے یا ایسے حقوق کو زائل یا ان میں ردوبدل کرنے، یا

(ب) مفاد عامہ میں یا جائداد کا معقول انتظام کرنے کے لیے ایک محدود مدت کے لیے کسی جائداد کے انتظام کو مملکت کے اپنے ہاتھ میں لینے، یا

(ج) دو یا زیادہ کارپوریشنوں کا مفاد عامہ میں یا ان کارپوریشنوں میں کسی کا معقول انتظام کرنے کی غرض سے انضمام کرنے، یا

(د) کارپوریشنوں کے انتظامی کارندوں، معتمدین اور خزانچیوں، منیجنگ ڈائرکٹروں، ڈائرکٹروں یا منتظمین کے حقوق کو یا ان کے حصہ داروں کے حقوق رائے دہی زائل کرنے یا ان میں ردوبدل کرنے، یا

(ہ) کسی ایسے اقرارنامہ، پٹہ یا لائسنس کی رو سے ان حقوق کو زائل یا ان میں ردوبدل کرنے جو کوئی معدنی شے یا معدنی تیل تلاش کرنے یا حاصل کرنے کی غرض سے کسی اقرارنامہ،

پٹہ، یا لائسنس کی رو سے پیدا ہوئے ہوں، یا کسی اقرار نامہ یا لائسنس کو قبل از وقت ختم کرنے یا رد کرنے کی توضیع ہو، اس بنا پر باطل ہونا متصور نہ ہوگا کہ وہ دفعہ 14 یا دفعہ 19 کے عطا کیے ہوئے حقوق میں سے کسی حق کے متناقض ہے یا اس کو چھین لیتا ہے یا کم کرتا ہے۔

بشرطیکہ اگر ایسا قانون ریاست کی مجلس قانون ساز کا بنایا ہوا قانون ہو تو اس دفعہ کی توضیعات کا اس پر اطلاق نہ ہوگا بجز اس کے کہ اس قانون کو صدر کے غور کے لیے محفوظ رکھنے کے بعد اس کی منظوری مل گئی ہو۔

مزید شرط یہ ہے کہ جہاں کسی قانون میں کسی مملکت کی جانب سے املاک کے جبریہ حاصل کرنے کی بابت توضیع ہو اور جہاں اس میں شامل کوئی اراضی کسی شخص کی ذاتی کاشت میں زیر قبضہ ہو تو مملکت کے لیے یہ جائز نہ ہوگا کہ اس شخص سے کسی نافذ الوقت قانون کے تحت اسے لاگو انتہائی حد کے اندر ایسی اراضی کے کسی جز یا اس پر استادہ یا اس سے ملحقہ کسی عمارت یا تعمیر کو حاصل کرے بجز اس کے کہ ایسی اراضی، عمارت یا تعمیر کے حاصل کرنے کے متعلق قانون میں اس شرح سے معاوضہ دینے کی توضیع ہو جو اس کی بازاری مالیت سے کم نہ ہو۔

(2) اس دفعہ میں......

(الف) اصطلاح ''املاک'' سے کسی مقامی رقبہ کے تعلق سے وہی معنی ہیں جو اصطلاح کے اس رقبہ میں نافذ شرائط لگانداری اراضی سے متعلق موجودہ قانون میں ہیں اور اس میں حسب ذیل بھی شامل ہوں گے،

(1) کوئی جاگیر، انعام یا معافی یا اس قسم کا دیگر عطیہ اور تامل ناڈو اور کیرالا کی ریاستوں میں کوئی حق جنم،

(2) رعیت واری بندوبست کے تحت زیر قبضہ کوئی اراضی،

(3) زراعت یا اس کی ضمنی اغراض کے لیے زیر قبضہ یا لگان پر دی ہوئی کوئی اراضی جس میں اراضی کے کاشتکاروں، زرعی مزدوروں اور دیہی اہل حرفہ کے زیر دخل افتادہ اراضی، صحرا،

چراگاہ یا عمارتوں کی تعمیر کے لیے کھلی زمین اور دیگر تعمیرات شامل ہیں۔

(ب) املاک کے تعلق سے اصطلاح ''حقوق'' سے وہ حقوق مراد ہیں جو مالک، شکمی دار مالک، لگاندار، رعیت یا ذیلی رعیت یا دیگر درمیانی اشخاص میں مرکوز ہوں اور ان میں مال گزاری اراضی سے متعلق حقوق یا مراعات شامل ہوں گی۔

آئینی چارہ کار کا حق

دفعہ 32-اس حصہ کے ذریعہ عطا کیے ہوئے حقوق کے نفاذ کے لیے چارۂ کار:

(1) اس حصہ کے ذریعہ عطا کیے ہوئے حقوق کو نافذ کرنے کے لیے مناسب کارروائی کے ذریعہ سپریم کورٹ سے رجوع کرنے کے حق کی ضمانت دی جاتی ہے۔

(2) سپریم کورٹ کو اختیار ہوگا کہ وہ اس حصہ کے ذریعہ عطا کیے ہوئے حقوق میں سے کسی حق کے نفاذ کے لیے ہدایات یا احکام یا رٹ جن میں رٹ حاضری ملزم، رٹ تاکیدی، رٹ امتناعی، رٹ اظہار اختیار اور رٹ مسل طلبی کی نوعیت کے رٹ داخل ہیں، ان میں جو بھی مناسب ہو، جاری کرے۔

(3) سپریم کورٹ کے فقرات (1) و (2) کے ذریعہ عطا کیے ہوئے اختیارات کو مضرت پہنچائے بغیر پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ کسی دوسری عدالت کو اپنے اختیار سماعت کے مقامی حدود کے اندر ان جملہ اختیارات یا ان میں سے کسی اختیار کو جو سپریم کورٹ فقرہ (2) کے تحت استعمال کر سکتی ہے، استعمال کرنے کا اختیار دے سکے گی۔

(4) بجز اس کے کہ آئین میں دیگر طور پر توضیح ہو اس حق کو جس کی اس دفعہ میں ضمانت دی گئی ہے معطل نہیں کیا جائے گا۔

تبصرہ

مفاد عامہ سے متعلق قانونی چارہ جوئی (Public Interest Litigation) میں ایسی راحت کے لیے قانونی چارہ جوئی یا دادرسی شامل ہے جو کسی نجی فائدے کے لیے نہیں بلکہ عوام کے وسیع تر فائدے کے لیے کی جائے۔ ایسی عرضی آئین کی دفعہ 32 کے تحت سپریم کورٹ میں اور دفعہ 226 کے تحت ہائی کورٹ میں داخل کی جاسکتی ہے۔ اگر ایسا معاملہ سپریم کورٹ کے سامنے داخل کیا جاتا

ہےاور سپریم کورٹ یہ سمجھتی ہے کہ اس معاملے کی سماعت ہائی کورٹ میں کی جانی چاہیے تو سپریم کورٹ اس معاملے کو بغرض سماعت متعلقہ ہائی کورٹ کو بھیج سکتی ہے جیسا کہ سبرامنیم بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (1990 ضمنی ایس سی سی 775) میں فیصلہ کیا گیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر اس قسم کی چارہ جوئی کے لیے کوئی مراسلہ بھیجا جاتا ہے تو وہ مراسلہ عدالت کے نام ہونا چاہیے نہ کہ کسی جج کے نام۔ سپریم کورٹ نے اپنی اس رائے کا اظہار سچد یو بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (1991 ایس سی سی 605) میں کیا تھا۔

مفاد عامہ سے متعلق چارہ جوئی کے معاملات میں عدالت یا تو کوئی راحت دے سکتی ہے یا کسی معاملے کے حل کے لیے ضروری ہدایت دے سکتی ہے یا معاوضہ کی ادائیگی کے احکام جاری کر سکتی ہے۔ ایم سی مہتا بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1987 ایس سی 1086) میں سپریم کورٹ نے ماحولیاتی تحفظ کے سلسلے میں معاوضہ کا حکم صادر کیا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس قسم کا مقدمہ دائر کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ متاثر شخص ہی دائر کرے۔ کوئی بھی ایسا شخص جس کے دل میں عوام کے لیے ہمدردی ہو اور وہ عوام کا بہی خواہ ہو ایسا مقدمہ دائر کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ونسنٹ بنام یونین آف انڈیا (اے آئی آر 1987 ایس سی 990) پیپلز یونین بنام پولس کمشنر ([1989]4 ایس سی سی 730) جیسی نظیروں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

مفاد عامہ سے متعلق دادرسی کے معاملوں میں مندرجہ ذیل شرائط میں سے کوئی نہ کوئی شرط پوری ہونی چاہیے:-

(1) کسی فرض عامہ کا نقض یا خلاف ورزی یا
(2) آئین کی کسی توضیع کی خلاف ورزی یا
(3) قانون کی کسی توضیع کی خلاف ورزی۔

یہاں ایم سی مہتا بنام یونین آف انڈیا والا معاملہ (اے آئی آر 1988 ایس سی 1115) قابل ذکر ہے۔ یہ معاملہ دریائے گنگا میں آلودگی سے متعلق تھا اس معاملہ میں گنگا میں ہونے والی آلودگی کے بارے میں یہ کہا گیا تھا کہ یہ امر باعث تکلیف ہے۔ اس معاملے میں یہ بات بھی کہی

گئی تھی کہ قانون عامہ میں کسی ایسے شخص کے ذریعہ کی جانے والی کارروائی میں جو ایسی اراضی کا مالک ہو جس کے چاروں طرف دریا واقع ہو اور اس دریا میں ایسا سیوریج جس کو مکمل طور پر Treat نہیں کیا گیا ہے چھوڑ دیا جائے جو فریق متعلق کے لیے پریشانی کا باعث ہو، حکم امتناعی جاری کر کے میونسپل کارپوریشن کو ایسا کرنے سے روک سکتی ہے۔

اب ایسے معاملات بھی سامنے آنے لگے ہیں جبکہ کچھ لوگ اپنے ذاتی مفادات یا شہرت حاصل کرنے کے لیے اس قسم کے مقدمات داخل کرنے لگے ہیں اور عدالتوں نے بھی اس معاملے پر اظہار تشویش کیا ہے اور اس قسم کے لوگوں پر جرمانہ بھی عاید کیا ہے دراصل اس قانونی گنجائش کا فائدہ اٹھانے کے لیے نیک نیت ہونا بہت ضروری ہے اور اس جذبہ کا احترام کیا جانا چاہیے جس کا اظہار اس وقت کے بھارت کے چیف جسٹس، جسٹس بھگوتی نے، بندھوا مکتی مورچہ بنام یونین آف انڈیا والے معاملے (اے آئی آر 1992 ایس سی 38) میں ان الفاظ میں کیا تھا:

"مفاد عامہ کے لیے قانونی چارہ جوئی کوئی مخالفانہ چارہ جوئی نہیں ہے بلکہ یہ تو حکومت اور اس کے افسران کے لیے سماج کے محروم اور مجروح طبقوں کو حقیقی بنیادی انسانی حقوق عطا کرنے اور انھیں سماجی، معاشی و سیاسی انصاف کا یقین دلانے کے لیے ایک چنوتی اور موقع ہے اور یہی آئین کا علامتی معیار (Signature Tune) ہے۔"

ہمارا آئین عدلیہ کی آزادی اور اعتماد عامہ کا ضامن

عدلیہ، قانون سازیہ اور عاملہ کی طرح جمہوریت کا ایک انتہائی مضبوط ستون ہے۔ کوئی بھی جمہوریت تب تک کارگر ثابت نہیں ہوسکتی جب تک کہ جمہوری نظام کو صحیح طور پر چلانے کے لیے مضبوط عدلیہ موجود نہ ہو۔ ہمارے آئین میں اس بات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے کہ عدلیہ مضبوط ہو اور اس کی آزادی پر بھی کوئی آنچ نہ آئے۔

عدلیہ اور عوام بشمول اقلیتوں و درج فہرست و درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کے مابین ایک اٹوٹ رشتہ ہے۔ جب جب ان طبقات کو انتظامیہ سے انصاف نہیں ملا ہے تب تب انھوں نے عدلیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے اور انھیں وہاں سے خاص طور سے عدالت عظمیٰ یعنی سپریم کورٹ سے فوری یا تاخیر سے انصاف ضرور ملا ہے۔ یہ اس آئین کی بدولت ہی ممکن ہوسکا ہے جسے ہمارے قانونی اکابرین نے دن رات ایک کرکے تیار کیا تھا۔ یہاں اقلیتوں سے مراد صرف مسلمان ہی نہیں ہیں۔ سکھوں عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں کے بھی انسانی حقوق کی جب جب خلاف ورزی ہوئی ہے تب تب انھوں نے بھی عدلیہ سے رجوع کیا ہے اور انھیں وہاں سے انصاف ملا ہے۔ دریں صورت عدلیہ کی آزادی برقرار رکھنا سبھی کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ آزادی سے مراد صرف عدلیہ کے کام کاج میں مداخلت سے احتراز ہی نہیں بلکہ اس میں ایسے ججوں کا انتخاب بھی شامل ہے جو غیر جانبدانہ فیصلہ دے سکیں۔ اب رہا اس آزادی کو کس طرح برقرار رکھا جائے یا کولیجیم کو کتنے اختیارات دیے جائیں، کتنے اختیارات عاملہ کے پاس ہوں اور

ان امور سے متعلق معاملوں میں فیصلہ لیتے وقت کس کس کو شامل کیا جائے یہ سب حکومت کی پالیسی اور حکمت عملی کا حصہ ہے۔ یہ قانون سازی اور قانون کے تحت بنائے گئے قواعد وضوابط کے تحت آتا ہے اور اسے قانونی شکل دینا، اس میں ترمیم کرنا یا ان کی جگہ نیا قانون، قواعد یا ضابطے لانا عاملہ کا کام ہے اور اس ضمن میں پارلیمنٹ اپنی ذمہ داری کو بخوبی سمجھتی ہے۔

عدلیہ کی آزادی نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ دیگر ممالک میں بھی بحث کا موضوع رہی ہے۔ جہاں تک ہمارے ملک کی عدلیہ کا سوال ہے وہ مکمل طور پر آزاد ہے اور حکومت یا اس کے کسی بھی ادارے کی جانب سے اس میں کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کی جا سکتی لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہماری عدلیہ کی آزادی پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے یا یہ کہ عدلیہ کی آزادی بے لگام ہے۔ عدلیہ کو بھی بھارت کے آئین اور پارلیمنٹ واسمبلیوں کے بنائے گئے قوانین اور ان قوانین کے تحت بنائے گئے ذیلی قواعد وضوابط کی حدود میں رہ کر اپنے فرائض انجام دینے ہوتے ہیں۔ البتہ عدلیہ کو اس بات کی مکمل آزادی ہے کہ وہ کسی بھی ایسے قانون کو جو آئین کے متناقض ہو اسے کالعدم قرار دے سکتی ہے اور کسی قانون کی بابت حکومت کو یہ صلاح بھی دے سکتی ہے اور یہ سفارش بھی کر سکتی ہے کہ وہ اس قانون کو ختم کر دے، اس میں ترمیم کر دے یا اس کی جگہ کوئی نیا قانون لے آئے۔ اگر چہ حکومت اس بات کی پابند نہیں ہے کہ وہ سپریم کورٹ کے اس مشورے یا سفارش پر عمل کرے لیکن حکومت اکثر سپریم کورٹ کے دیے گئے مشوروں اور سفارشوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتی ہے۔ آئین کی دفعہ 141 کے تحت سپریم کورٹ کے ذریعے قرار دیا گیا قانون بھی ہمارے ملک میں تمام عدالتوں کے لیے بھی قابل پابندی ہے۔

ہمارے یہاں عدلیہ کی آزادی کا ایک اور ثبوت یہ بھی ہے کہ جج صاحبان کو جس مدت کے لیے مقرر کیا جاتا ہے وہ اس مدت تک اپنے عہدے پر قائم رہتے ہیں اور اگر وہ کسی بدعنوانی کا شکار ہوتے ہیں یا ان سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جاتی ہے کہ جس کی بنیاد پر اس عہدے پر برقرار رہنا مناسب نہ سمجھا جائے تو ان کے خلاف مواخذہ کی کارروائی بھی کی جا سکتی ہے۔

آج سے تقریباً 18 سال قبل ہماری سپریم کورٹ نے والسما پال بنام کوچین یونیورسٹی والے معاملے میں (1996(3)، جی ایل آر 192 ایس سی) اپنی اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ جج ایک ایسا

قانون داں ہونا چاہیے، جو ایک لیجسلیٹری کی طرح دانشمند ہو، ایک تاریخ داں کی طرح سچائی کا متلاشی ہو، بصارت پیغمبری کا حامل ہو اور اس میں حال و مستقبل کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور صلاحیت ہو، تاکہ وہ کسی اثر و رسوخ کے بغیر میلان طبع یا جانبدارانہ فکر و عمل سے پہلو تہی کرتے ہوئے ایک معروضی اور غیر جانبدارانہ فیصلہ کر سکے مگر افسوس کہ کبھی کبھی جج صاحبان ان تمام صفات اور صلاحیتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بلکہ بالائے طاق رکھتے ہوئے ایسے فیصلے دے دیتے ہیں جو اس کے اپنے مقرر کردہ معیار پر بھی پورے نہیں اترتے۔ کبھی کبھی تو ان کی غلط روی، بداعمالی اور بداطواری کے قصے منظر عام پر بھی آجاتے ہیں۔

انصاف کا طالب ہر مدعی عدالت کا دروازہ انصاف حاصل کرنے کے لیے ہی کھٹکھٹاتا ہے۔ اس لیے عدل گستری کو اہم ترین انسانی فرائض میں شامل کیا گیا ہے اور اسے مملکت کا فرض اولین قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمارے ججوں کو چاہیے کہ وہ والسما پال والے معاملے میں محولہ و مطلوبہ مثالی ایمانداری کا مظاہرہ کریں اور ممبئی ہائی کورٹ کی مندرجہ نظیر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔

''عدالت کو انصاف کا مندر کہا جاتا ہے۔ مندر کو ایک مقدس مقام کی حیثیت حاصل ہے اور عدالت کو بھی یہی درجہ حاصل ہے۔ عدالت کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ غیر جانبدار رہے اور متضرر افراد کے وقار اور حرمت کا پورا پورا خیال رکھے۔ ان کی خوشی اس کے لیے ہمیشہ مقدم ہونی چاہیے۔ عدالت کو چاہیے کہ وہ ذاتی مفادات کو اپنے فرائض منصبی پر کبھی نہ غالب آنے دے۔'' (بابا اے خان بنام اے ڈی ساونت، جے ایم ایف سی ناگپور۔ 1994 کریمنل لاء جرنل 2836 ممبئی)

مختصر یہ کہ عدالت کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی نہایت ایمانداری کے ساتھ انجام دے۔ قوانین کی غیر جانبدارانہ تعبیر کرے اور اس کے فیصلے میں اس کے ذاتی رجحانات کی کوئی جھلک نظر نہ آئے، چونکہ ذاتی رجحانات فیصلوں کی بنیاد بننے لگے تو انصاف، انصاف نہیں رہے گا اور عدلیہ، عدلیہ۔ عدلیہ کی آزادی کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ بغیر کسی دباؤ یا دخل اندازی کے قانون کی صحیح تعبیر کرے اور غیر جانبدارانہ فیصلہ دے، نہ کہ بے لگام آزادی۔ اس کے ساتھ ساتھ کسی جج پر بداطواری کا الزام لگانے سے پہلے اس بات کو بھی یقینی بنانا ضروری ہے کہ آیا قصوروار جج نے مقررہ طریق عمل سے روگردانی دیدہ و دانستہ اور جان بوجھ کر کی ہے اور اس کی اس غلط کارانہ

کوتاہی سے انصاف کا خون ہوا ہے۔

ہر مہذب معاشرے کا تقاضا ہے کہ وہاں عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل ہو اور انتظامیہ و قانون ساز اداروں کو اس بات کی اجازت نہ ہو کہ وہ عدالت کے کام کاج میں دخل اندازی کرسکیں۔ لہٰذا عدالت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ قانون کی بالادستی کا پورا پورا لحاظ رکھے۔ 1961 میں ہمارے لاء کمیشن نے بھی اپنی رپورٹ میں یہ کہا تھا کہ کوئی قوم جمہوری ڈھنگ سے تب تک آگے نہیں بڑھ سکتی جب تک کہ اسے قانون کی بالادستی اور اس کی اہمیت کا احساس نہ ہو۔ قانون کی بالادستی کی جھلک ہمارے آئین کی تمہید، بنیادی حقوق، ہدایتی اصولوں اور دیگر توضیعات میں بالکل صاف نظر آتی ہے۔

آئین کی دفعہ 50 میں یہ بات واضح کردی گئی تھی کہ عدلیہ کی آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے مملکت عدلیہ کو عاملہ سے علاحدہ کرنے کے اقدامات کرے گی اور بعد میں عدلیہ کو عاملہ سے الگ کر بھی دیا گیا۔ لیکن کچھ ریاستوں نے اسے عملی جامہ پہنانے میں تاخیر کی۔ عدلیہ کو عاملہ سے الگ کرنے کی بنیاد دراصل ایک فرانسیسی فلاسفر Montesquieu نے اپنی Theory of separation کے ذریعے ڈالی تھی۔ آج بھی بہت سے ممالک میں جیسے روس و انگلینڈ میں عدلیہ مکمل طور پر آزاد نہیں ہے۔ ان دونوں ممالک میں آج بھی عدلیہ کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی بھی قانون کو غیر آئینی قرار دے سکے جبکہ ہمارے ملک میں عدلیہ کو قانون کی بالادستی کو برقرار رکھنے اور عدالتی نظر ثانی کا حق حاصل ہے۔

ایس پی گپتا بنام یونین آف انڈیا والے معاملے میں (1981 سپلیمنٹری ایس سی سی 87) بھی سپریم کورٹ نے عدلیہ کی آزادی کے بارے میں جس درج ذیل رائے کا اظہار اب سے تقریباً 27 سال پہلے کیا تھا اس رائے کو آج بھی کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

> ''عدلیہ کی آزادی کا تصور ایک ایسا اعلیٰ ترین تصور ہے جس سے خاکۂ آئینی میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی بنیاد فراہم کرتی ہے جس پر ہمارے جمہوری نظام کی عالیشان عمارت کھڑی ہو سکے۔ اگر کوئی ایک اصول ایسا ہے جو اس کا جز لاینفک اور اس کی روح ہے تو وہ ہے قانون کی

بالادستی کا اصول۔ عدلیہ کو یہ کام سونپا گیا ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے
کہ مملکت کا ہر ستون یعنی خود عدلیہ، قانون ساز یہ و عاملہ قانون کی حدود
میں رہ کر ہی کام کریں تا کہ قانون کی بالادستی کا جو تصور ہے وہ بامعنی اور
باا‌ثر ثابت ہو۔"

یہاں پر نومبر 2002 میں عدلیہ کی آزادی سے متعلق جو اصول "Judicial Group on Strengthening Judicial Integrity" نے امریکہ ویورپ کے وکلا وججوں کی انجمن کے اشتراک سے تیار کیے تھے ان کا حوالہ دینا بے محل نہ ہوگا۔ یہ اصول اقوام متحدہ کے انسانی حقوق سے متعلق کمیشن کے روبرو 2003 میں پیش کیے گئے تھے اور وہاں بر اتفاق رائے سے یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ تمام رکن ملکتیں، اقوام متحدہ کے ادارے، این جی اوز وغیرہ ان پر غور کریں اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ ان میں سے کچھ اہم اصول درج ذیل ہیں:

1- انصاف میں تاخیر نہ ہو۔

2- عوام کو عدلیہ پر بھروسہ ہو تا کہ وہ اس کے فیصلوں پر خوشی سے عمل کریں۔

3- عدلیہ جواب دہ ہو اور اس کے کام میں شفافیت ہو اور عدلیہ کے بارے میں جو شکایات آئیں ان کا نمٹارہ اس طرح کیا جائے کہ شکایت کنندگان یہ سمجھیں کہ ان کے ساتھ انصاف کیا گیا ہے۔

4- سیاسی طاقتیں اور مفاد پرست افراد ان کا اپنے مقصد کے لیے استعمال نہ کریں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی کہی گئی تھی کہ ایک مضبوط عدلیہ ایک مستحکم سیاسی نظام کو یقینی بناتی ہے۔

5- عدلیہ قانون کی بالادستی کو برقرار رکھے اور انصاف رسانی کا بہترین معیار قائم کرے۔

6- عدلیہ بین الاقوامی قوانین وانسانی حقوق سے متعلق تمام دستاویزوں کا احترام کرے۔

یہاں یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ ہماری ملک کی عدلیہ ان تمام اصولوں پر حتی المقدور عمل کرتی ہے اور اپنے قیام کی تاریخ سے تاہنوز اس نے ایک نہایت مثبت کردار ادا کیا ہے۔ اس نے مفاد عامہ کا بھی پورا پورا خیال رکھا ہے اور اس نے مفاد عامہ کی عرضیوں پر بھی کتنے ہی مثالی فیصلے دیے ہیں۔

ہمیں اپنی عدلیہ پر پورا پورا بھروسہ ہے اور ہم سب اس کی آزادی کے حامی اور کسی بھی مداخلت بے جا کے مخالف ہیں۔ ویسے بھی ہم سب اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ہمارے ملک میں عدالت کو انصاف کا مندر کہا جاتا ہے۔ خود ہماری سپریم کورٹ والسما پال بنام کوچین یونیورسٹی والے معاملے میں (1996 (3)، جی ایل آر 92 ایس سی) اپنی اس رائے کا اظہار کر چکی ہے کہ:

> ''جج ایک ایسا قانون داں ہونا چاہیے، جو ایک لیجسلیٹر کی طرح دانشمند ہو، ایک تاریخ داں کی طرح سچائی کا متلاشی ہو، بصارت پیغمبری (Prophet's Vision) کا حامل ہو اور اس میں حال و مستقبل کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور صلاحیت ہو، تاکہ وہ کسی اثر و رسوخ کے بغیر میلان طبع یا جانبدارانہ فکر و عمل سے پہلو تہی کرتے ہوئے ایک معروضی اور غیر جانبدارانہ فیصلہ کر سکے۔''

درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ زیادتیاں مستوجب سزا

درج فہرست ذاتیں اور درج فہرست قبائل (زیادتیوں کا تدارک) ایکٹ، 1989 (2016 کے ایکٹ تعدادی 1 کے مطابق الی الآن ترمیم شدہ) Scheduled Castes and Scheduled Tribes (Prevention of Atrocities) Act, 1989 کی دفعہ 3 کے تحت مندرجہ ذیل زیادتیوں کو اس دفعہ کے معانی میں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ زیادتیاں شمار کیا جائے گا۔

ہم یہاں اس ایکٹ کی کچھ اہم دفعات کو ہو بہو یا ان کے نفس موضوع کی بنیاد پر مختصر آ مگر ضروری معلومات کے ساتھ قلم بند کر رہے ہیں تا کہ متذکرہ بالا درجات سے تعلق رکھنے والے افراد کو اس بات کا علم ہو سکے کہ انھیں کس کس طرح کی زیادتیوں کے خلاف اس ایکٹ کے تحت قانونی تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ یہ ہمارے آئین کی ہی دین ہے کہ جس کے تحت ان درجات کو قانونی تحفظ فراہم کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف قوانین بنائے جاتے رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اس قانون کے تحت صرف انہی افراد کو سزا دی جا سکتی ہے، جن کا تعلق درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے نہیں ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اگر کوئی شخص اس قانون کا ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ بھی قانون کی گرفت میں آ سکتا ہے اور اس کے خلاف بھی قانونی کارروائی کی جا سکتی ہے۔

اس طرح کے بہت سے معاملے ہماری عدالتوں کے روبرو آئے ہیں اور کتنے ہی معاملات میں ہماری اپیلی عدالتوں نے ایسے احکام صادر کیے ہیں جن کی رو سے کسی بھی شخص کو اس طرح کی جرم کا مرتکب ثابت کرتے وقت نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے تا کہ کسی بھی بے گناہ کو سزا نہ ملے۔

دفعہ 3(1)

درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق نہ رکھنے والا شخص جو۔

(الف) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کے منہ میں کوئی ایسی چیز ڈالتا ہے جو کھانے کے قابل نہ ہو یا جس سے گھن آتی ہو یا اسے ایسی نا قابل خوردنی یا گھناؤنی شے کو پینے یا کھانے کے لیے مجبور کرتا ہے؛

(ب) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کے قبضے والے مکان مع ملحقات میں یا اس میں داخل ہونے کے مقام پر غلاظت، سیوریج، مرے ہوئے جانور کا ڈھانچہ یا کوئی دیگر گھناؤنی شے ڈالتا ہے؛

(ج) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو مضرت پہنچانے، اس کی بے عزتی کرنے یا اسے غصہ دلانے کی نیت سے اس کے پڑوس میں غلاظت، کوڑا کرکٹ، مرے ہوئے جانور کا ڈھانچہ یا کوئی دیگر گھناؤنی شے ڈالتا ہے؛

(د) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کے گلے میں جوتے کا ہار ڈالتا ہے یا اسے برہنہ یا نیم برہنہ کر کے گھماتا ہے؛

(ہ) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کے جسم سے زبردستی کپڑا اتارتا ہے، زبردستی سر منڈواتا ہے، مونچھیں ہٹواتا ہے، چہرے یا جسم کو پینٹ سے پوتتا ہے یا کوئی ایسا دیگر کام کرتا ہے جس سے انسانی وقار مجروح ہوتا ہے؛

(و) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کی ملکیتی یا اس کی قبضے والی یا اسے الاٹ کی گئی یا کسی مجاز حاکم کے ذریعہ الاٹ کیے جانے کے لیے نوٹیفائی کی گئی زمین پر ناجائز قبضہ کرتا ہے یا اس پر کھیتی کرتا ہے یا ایسی زمین کسی دوسرے کے نام میں منتقل کرتا ہے؛

(ز) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو اس کی زمین یا مکان میں ملحقات ۔ سے غیر قانونی طریقے سے بے دخل کرتا ہے یا اس کے استفادۂ حقوق بشمول حقوق متعلق جنگل، جو اسے اس زمین یا عمارت مع ملحقات یا پانی یا سہولیات آبپاشی کی نسبت حاصل ہیں، میں مداخلت کرتا ہے یا فصل برباد کرتا ہے یا پیدا شدہ اشیا کو وہاں سے اٹھا کر لے جاتا ہے۔

تشریح: فقرہ و کی اغراض کے لیے ناجائز طریقے سے یا غیر قانونی طور پر الفاظ میں شامل ہیں۔

(الف) اس شخص کی مرضی کے خلاف:

(ب) اس شخص کی رضامندی کے بغیر؛

(ج) اس شخص کی رضامندی سے جب ایسی رضامندی اس شخص کو یا کسی ایسے شخص کو جس میں وہ دلچسپی رکھتا ہو (یا جس سے اس کا مفاد وابستہ ہو) موت یا ضرر کا خوف پیدا کر کے، حاصل کی گئی ہو؛

(د) ایسی زمین کے ریکارڈ میں جعل سازی کر کے۔

(ح) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص سے بیگار لیتا ہے یا کسی دیگر نوعیت کی بندھوا مزدوری، ماسوائے سرکار کے ذریعہ مفاد عامہ کی اغراض کے لیے عائد کی گئی کوئی لازمی خدمت، کرواتا ہے:

(ط) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو انسانوں کی لاشیں یا مرے ہوئے جانوروں کے ڈھانچوں کا نپٹارا کرنے یا انھیں لے جانے یا قبر کھودنے کے لیے مجبور کرتا ہے؛

(ی) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص سے ہاتھ سے کوڑا اٹھواتا ہے یا اس غرض کے لیے اس سے کام لیتا ہے یا کام لینے کی اجازت دیتا ہے؛

(ک) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والی خواتین کو کسی دیوی دیوتا، مورتی، قابل پرستش شے، مندر یا دیگر مذہبی ادارے سے دیوداسی کے روپ میں منسوب

کرنے کا کام کرتا ہے یا کرنے کی ترغیب دیتا ہے یا اس طرح کا کوئی دیگر عمل کرتا ہے یا متذکرہ بالا اعمال کی اجازت دیتا ہے؛

(ل) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو درج ذیل کی نسبت مجبور کرتا ہے یا ڈراتا دھمکاتا ہے یا روکتا ہے۔

(الف) کسی خاص امیدوار کو ووٹ دینے یا نہ دینے سے یا کسی ایسے طریقے سے ووٹ دینے سے جو قانون میں نہیں دیا گیا ہے؛

(ب) امیدوار کی حیثیت سے نامزدگی فائل نہ کرنے یا ایسی نامزدگی واپس لینے سے؛ یا

(ج) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کی نامزدگی کی تجویز نہ کرنے یا تائید (Second) نہ کرنے سے۔

(م) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی ایسے شخص کو، جو آئین کے جز 9 کے تحت پنچایت یا آئین کے جز 9الف کے تحت کسی میونسپلٹی کا رکن ہے یا سربراہ ہے یا کسی اور عہدے پر فائز ہے، کو اپنے عام فرائض اور کارہائے منصبی انجام دینے کے معاملے میں زبردستی کرتا ہے یا اسے ڈراتا دھمکاتا ہے یا ان فرائض کی انجام دہی سے روکتا ہے؛

(ن) الیکشن کے بعد درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو ضرر یا ضرب شدید پہنچاتا ہے یا اس پر حملہ کرتا ہے یا اس پر کوئی سماجی یا اقتصادی بائیکاٹ عائد کرتا ہے یا عائد کرنے کی دھمکی دیتا ہے یا اسے کسی ایسی عام خدمت (سہولت) سے فائدہ اٹھانے سے روکتا ہے جس کا وہ حقدار ہے؛

(س) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کے خلاف اس ایکٹ کے تحت کسی ایسے جرم کا اس لیے ارتکاب کرتا ہے کہ اس نے کسی خاص امیدوار کو ووٹ دیا ہے یا نہیں دیا ہے یا کسی ایسے طریقے سے ووٹ دیا جو قانون میں نہیں دیا گیا ہے؛

(ع) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کے خلاف کوئی جھوٹا، عداوتانہ یا ایذا رساں دعویٰ کرتا ہے یا کوئی فوجداری کی کارروائی کرتا ہے یا کوئی دیگر

قانونی کارروائی کرتا ہے:

(ف) کسی سرکاری ملازم کو کوئی جھوٹی یا بے بنیاد جانکاری دے کر اس سرکاری ملازم سے درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو ضرر پہنچانے یا غصہ دلانے کے لیے اپنے جائز اختیارات کا استعمال کرواتا ہے؛

(ص) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کی عوام کے روبرو اسے ذلیل کرنے کی نیت سے اس کی ارادتاً بےعزتی کرتا ہے یا اسے ڈراتا دھمکاتا ہے؛

(ق) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو عوام کے روبرو گالی دیتا ہے؛

(ر) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے اشخاص کے لیے کسی بھی مقدس یا باعث احترام شے کو تباہ کرتا ہے، نقصان پہنچاتا ہے یا ناپاک کرتا ہے؛

تشریح: -اس فقرے کی اغراض کے لیے کسی 'شے' سے مراد ہے اور اس میں شامل ہے کوئی مورتی، فوٹوگراف، تصویر و مجسمہ۔

(ش) بذریعہ الفاظ تحریری یا زبانی یا اشارتی یا قابل دید اظہار کے ذریعہ یا کسی دیگر طریقے سے درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے اشخاص کے خلاف دشمنی، نفرت یا من مٹاؤ کے جذبات کو فروغ دیتا ہے یا فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے؛

(ت) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی نظر میں کسی قابل تعظیم شخصیت آنجہانی کی بذریعہ الفاظ تحریری یا زبانی یا کسی دیگر طریقے سے بےعزتی کرتا ہے؛

(ث) (i) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والی کسی عورت کو یہ جانتے ہوئے کہ اس کا تعلق درج فہرست ذات یا درج فہرست قبیلے سے ہے چھوتا ہے، جبکہ اس کا اس طرح چھونے کا فعل جنسی نوعیت کا ہو اور اس کی مرضی کے بغیر ایسا کیا گیا ہو؛

(ii) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والی کسی عورت کو یہ جانتے

ہوئے کہ اس کا تعلق درج فہرست ذات یا درج فہرست قبیلے سے ہے اس کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے یا کوئی ایسا عمل کرتا ہے یا اشارتی حرکت کرتا ہے جو جنسی نوعیت کی ہو۔

تشریح: ذیلی فقرہ (ز) کی اغراض کے لیے 'مرضی' اصطلاح سے مراد ہے کوئی ایسا واضح اپنی مرضی سے کیا گیا قرار جب متعلقہ شخص (خاتون) بذریعہ الفاظ، اشارتی حرکات یا کسی دیگر ایسی ترسیل کے ذریعہ جو زبانی نہ ہو اس مخصوص عمل میں شرکت کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کردیتی ہے۔

مگر شرط یہ ہے کہ درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والی کوئی عورت اگر جنسی نوعیت کے کسی عمل کی جسمانی طور پر مزاحمت نہیں کرتی ہے تو صرف اس بنیاد پر یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ اس جنسی فعل کے لیے رضامند ہوگئی ہے۔

مزید شرط یہ ہے کہ اس عورت کے گزشتہ جنسی کوائف کو، جن کا تعلق مجرم سے بھی ہو، اس کی معنوی رضامندی نہیں سمجھا جاسکتا اور نہ ہی اس سے اس جرم کی شدت میں کمی آئے گی۔

(ح) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے اشخاص کے ذریعہ عام طور پر استعمال کیے جانے والے ایسے پانی کو جو انھیں کسی چشمے، تالاب (ذخیرۂ آب)، یا کسی دیگر ذریعہ سے ملتا ہو خراب کرتا ہے یا گندہ کرتا ہے؛

(ذ) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو کسی عام تفریح گاہ تک جانے کے لیے اپنے روایتی حق کا استعمال کرنے سے منع کرتا ہے یا ایسے شخص کو ایسی کسی عام تفریح گاہ کا استعمال کرنے یا وہاں تک رسائی کرنے سے روکتا ہے جہاں عام لوگ یا کسی دیگر زمرے کی افراد کو اسے استعمال کرنے یا اس تک رسائی کا حق ہے؛

(ظ) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو اپنا گھر، گاؤں یا کوئی دیگر مقام رہائش چھوڑنے کے لیے دباؤ ڈالتا ہے یا اس سے ایسا کرواتا ہے؛

مگر اس فقرے کی کسی بھی بات کا اس کارروائی پر اطلاق نہیں ہوگا جو فرض منصبی کی انجام دہی میں کی گئی ہے۔

(ظ الف) جو کوئی درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو

درج ذیل کی نسبت سے روکتا ہے یا اس میں مزاحمت کرتا ہے۔

(الف) کسی علاقے میں عام املاکی وسائل، یا قبرستان یا شمشان گھاٹ کا دیگر لوگوں کی طرح استعمال کرنے سے یا کسی دریا، ندی، چشمہ، کنواں، تالاب، حوض، نل یا دیگر کسی بھی آبی مقام یا اشنان گھاٹ، سرکاری سواری، سڑک، یا راہ گزر کو استعمال کرنے سے؛

(ب) کسی جائے عامہ پر سائیکل یا موٹر سائیکل پر چڑھنے یا سواری کرنے یا جوتے پہننے یا نئے کپڑے پہننے یا بارات لے جانے یا بارات میں کسی گھوڑے یا دیگر سواری پر سوار ہونے سے؛

(ج) عام لوگوں یا ایک مذہب کے ماننے والے دوسرے افراد کو کے لیے قابل رسائی کسی بھی عبادت گاہ میں داخل ہونے یا عبادت میں حصہ لینے یا کوئی مذہبی، سماجی یا ثقافتی جلوس نکالنے، جس میں جگتر ا بھی شامل ہے، سے؛

(د) تعلیمی ادارے، اسپتال، ڈسپنسری، پرائمری ہیلتھ سینٹر، دکان یا کسی عام تفریح گاہ یا کسی دیگر جائے عامہ میں داخل ہونے یا کسی بھی جائے عامہ پر عام لوگوں کے لیے قابل استعمال برتنوں یا اشیا کو استعمال کرنے سے؛ یا

(ہ) کوئی ایسا پیشہ اختیار کرنے، روزگار، تجارت، کاروبار یا ملازمت کرنے سے جو عوام یا دیگر طبقات کرنے کے حقدار ہیں، سے؛

(ظ ب) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو جادوگری یا چڑیل ہونے کا الزام لگا کر جسمانی یا ذہنی اذیت پہنچاتا، یا؛

(ظ ج) درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص یا اس کے خاندان یا گروپ پر سماجی یا اقتصادی بائیکاٹ عائد کرتا ہے یا ایسا کرنے کی دھمکی دیتا ہے، وہ کم از کم 6 ماہ کی قید اور زیادہ سے زیادہ 5 سال کی قید اور جرمانے کا مستوجب ہوگا۔

صرف یہی نہیں بلکہ اسی دفعہ یعنی دفعہ 3 کی ذیلی دفعہ (2) کے تحت یہ التزام بھی کیا گیا ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص جس کا تعلق درج فہرست ذات/درج فہرست قبیلے سے نہیں ہے اگر ان ذاتوں سے تعلق رکھنے والے کسی بھی شخص کو اس نیت سے کہ اس کو سزائے موت ہو جائے کوئی ایسی جھوٹی شہادت دیتا ہے یا تیار کرتا ہے تو اسے عمر قید مع جرمانہ دی جا سکتی ہے اور اگر اس طرح کی

جھوٹی یا من گڑھت شہادت کے نتیجے میں اس شخص کو مجرم قرار دے دیا جاتا ہے یا اسے سزائے موت دے دی جاتی ہے تو اس شخص کو جس نے اس طرح کی شہادت دی ہے یا گڑھی ہے سزائے موت دی جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی توضیح کی گئی ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص جس کا تعلق درج فہرست ذات/درج فہرست قبیلے سے نہیں ہے اگر ان ذاتوں سے تعلق رکھنے والے کسی بھی شخص کو اس نیت سے کہ اس کو کسی ایسے جرم کی سزا ملے، جو سزائے موت تو نہ ہو مگر اس جرم کی سزا 7 سال یا اس سے زیادہ ہو، کوئی ایسی جھوٹی شہادت دیتا ہے یا تیار کرتا ہے تو اسے کم از کم 6 ماہ کی یا زیادہ سے زیادہ 7 سال کی یا اس سے بھی زیادہ مع جرمانہ سزا دی جا سکے گی۔

درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے اشخاص کو مزید تحفظ فراہم کرنے کے لیے اس ذیلی دفعہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ ان درجات سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی جائیداد کو نقصان پہنچانے یا اس طرح کے نقصان پہنچنے کا امکان ہونے کے لیے کوئی بھی شخص آگ لگا کر یا کوئی ایسا آتشی مادہ رکھ کر فتنہ پیدا کرتا ہے تو اسے 7 سال کی سزا مع جرمانہ دی جا سکے گی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس دفعہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اگر کوئی بھی شخص جو فتنہ پیدا کرنے کی نیت سے آگ لگا کر یا کوئی ایسا آتشی مادہ رکھ کر درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی کسی ایسی عمارت کو نقصان پہنچاتا ہے یا پہنچنے کا امکان ہو جسے وہ عبادت گاہ کے طور پر یا رہائش کے لیے استعمال کر رہے ہیں، تو اسے بھی عمر قید اور جرمانے کی سزا دی جا سکے گی۔

دفعہ 4

کوئی بھی سرکاری ملازم جس کا تعلق درج فہرست ذات/درج فہرست قبیلے سے نہیں ہے جان بوجھ کر اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں غفلت برتتا ہے اسے کم از کم 6 ماہ کی اور زیادہ سے زیادہ ایک سال تک کی سزا دی جا سکے گی۔

دفعہ 5

اگر کوئی ایسا شخص جسے درج بالا جرائم میں سے کسی بھی جرم کے لیے مجرم قرار دیا جا چکا ہے اور وہ وہی جرم بار بار کرتا ہے تو اسے دوسری مرتبہ اور اس کے بعد بار بار ایسا کرنے کے لیے

کم از کم ایک سال کی اور زیادہ سے زیادہ اس مدت کی سزا دی جا سکے گی جو متعلقہ جرم کے لیے تجویز کی گئی ہے۔

دفعہ 6

سرکار درج بالا جرائم میں سے کسی بھی جرم کے مرتکب کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ پر قبضہ کر سکتی ہے۔

دفعہ 10

اگر خصوصی عدالت کسی شخص کے بارے میں یہ سمجھتی ہے کہ وہ کسی علاقے میں اس طرح کا جرم کر سکتا ہے تو وہ اسے اس علاقے سے باہر بھیجنے کا حکم صادر کر سکتی ہے۔

دفعہ 12

ایسے کسی شخص کا، جسے دفعہ 10 کی رو سے کسی علاقے سے باہر بھیجا گیا ہے، نام اور فوٹو وغیرہ لیا جائے گا۔

دفعہ 13

کوئی بھی شخص جو دفعہ 10 کے تحت کیے گئے کسی بھی حکم کو عملی جامہ نہیں پہنا تا ہے اسے ایک سال تک کی مع جرمانہ سزا دی جا سکتی ہے۔

دفعہ 14

اس دفعہ میں اس ایکٹ کے تحت کیے جانے والے جرائم کی سماعت کے لیے خصوصی عدالتوں کے قیام کی بات کہی گئی ہے۔ متعلقہ صوبائی حکومت ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی رضامندی سے سرکاری گزٹ میں نوٹیفکیشن شائع کر کے اس طرح کی عدالتیں قائم کر سکتی ہے۔

میلا ڈھونے والے افراد کے حقوق کا تحفظ اور ان کی باز آبادکاری سے متعلق قانون

حکومت ہند نے دستی صفائی ملازم کی حیثیت سے ملازمت کی ممانعت اور ان کی باز آبادکاری ایکٹ، (Prohibition of Employment as Manual Scavengers and Their Rehabilitation Act, 2013) وضع کر کے میلا ڈھونے والے افراد کو مزید تحفظ فراہم کرنے اور ان سے اس قسم کا کام لینے پر پابندی لگائی گئی ہے اور اس قانون پر عمل نہ کرنے والوں کی سزاؤں میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اس ایکٹ کی خاص باتیں درج ذیل ہیں:

1- میلا ڈھونے کے لیے ملازم رکھنے پر پابندی: بغیر تحفظاتی ساز و سامان کے سیور اور سیپٹک ٹینک کی مضر صحت دستی صفائی پر پابندی اور مضر صحت و گندے بیت الخلا (latrines) کی تعمیر کی ممانعت۔

2- میلا ڈھونے والے افراد کی تعریف کو مزید وسعت عطا کرتے ہوئے اس میں ان افراد کو بھی شامل کیا گیا ہے جنھیں دیگر کاموں کے ساتھ ساتھ جسمانی غلاظتوں، بول و براز و فضلات کو مضر صحت و گندے بیت الخلا، کھلی نالی، گڑھے اور ریل کی پٹریوں وغیرہ سے اٹھانے کے کام پر مامور کیا جائے۔

3- اس ایکٹ کے تحت جرائم قابل دست اندازی پولس ہوں گے اور اس قانون کی

خلاف ورزی کی صورت میں پانچ سال تک کی قید ہو سکتی ہے۔

4- اس ایکٹ میں اس طرح کے کام پر قانونی طور پر مامور افراد کی بازآبادکاری اور مختلف شعبوں میں بہت سی رعایتیں اور سہولتیں دینے کی بابت دفعات بھی شامل کی گئی ہیں۔

ڈاکٹر امبیڈکر کے ہندی اور دیگر زبانوں کے بارے میں خیالات

ڈاکٹر امبیڈکر کو ہندی سے عشق تھا مگر دوسری زبانوں سے بھی کم محبت نہیں تھی۔ جہاں تک ہندی کا سوال ہے وہ یہ چاہتے تھے کہ پورے ملک کی سرکاری زبان ہندی ہو البتہ وہ اس وقت تک انگریزی کے استعمال کے خلاف نہیں تھے جب تک کہ ہندی کو ملک کی سرکاری حیثیت حاصل نہ ہو جائے۔ مگر مختلف مصلحتوں کے تحت ایسا نہیں ہوسکا۔ ڈاکٹر صاحب کی تمام زبانوں سے محبت کا اندازہ ان کے زمانۂ تعلیم سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔ انھوں نے ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ میں انگریزی اور ہندی کے ساتھ ساتھ فارسی کی بھی تعلیم حاصل کی۔

جہاں تک ہمارے آئین کا سوال ہے اس میں خود آٹھواں شیڈول اور مابعد درج دفعات کو شامل کیا جانا خود اس بات کا ثبوت ہے کہ انھیں کسی بھی زبان سے نفرت نہیں تھی اور وہ تمام زبانوں کو اپنے ملک کی زبان سمجھتے تھے۔ اس جدول میں اب تک 22 زبانیں شامل ہو چکی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1- اسمیا

2- بنگالی

3- گجراتی

4- ہندی

5- کنڑ

6- کشمیری

7- کونکنی

8- ملیالم

9- منی پوری

10- مراٹھی

11- نیپالی

12- اڑیا

13- پنجابی

14- سنسکرت

15- سندھی

16- تمل

17- تیلگو

18- اردو

19- بوڈو

20- سنتھالی

21- میتھلی

22- ڈوگری

مرکز کی سرکاری زبان

دفعہ 343- یونین کی سرکاری زبان:

(۱) یونین کی سرکاری زبان دیوناگری رسم الخط میں ہندی ہوگی۔ یونین کی سرکاری اغراض کے لیے استعمال کیے جانے والے ہندسوں کی شکل بھارتی ہندسوں کی بین الاقوامی شکل ہوگی۔

(2) فقرہ (1) میں کسی امر کے باوجود اس آئین کی تاریخ نفاذ سے پندرہ سال کی مدت تک انگریزی زبان کا استعمال یونین کی ان سب اغراض کے لیے برقرار رہے گا جس کے لیے وہ ایسی تاریخ نفاذ کے عین قبل استعمال ہورہی تھی،

بشرطیکہ صدر مذکورہ مدت کے اندر یونین کی سرکاری اغراض میں سے کسی غرض کے لیے انگریزی زبان کے علاوہ ہندی زبان اور ہندسوں کی بین الاقوامی شکل کے علاوہ ہندسوں کی دیوناگری شکل کے استعمال کو بذریعہ حکم مجاز کر سکے گا۔

(3) اس دفعہ میں کسی امر کے باوجود پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ پندرہ سال کی مذکورہ مدت کے بعد،

(الف) انگریزی زبان، یا

(ب) ہندسوں کی دیوناگری شکل،

ایسی اغراض کے لیے استعمال کرنے کی جن کی صراحت اس قانون میں کی جائے، توضیع کر سکے گی۔

دفعہ 344- سرکاری زبان کے لیے کمیشن اور پارلیمنٹ کی کمیٹی:

(1) صدر اس آئین کی تاریخ نفاذ سے پانچ سال کے منقضی ہونے پر اور اس کے بعد ایسی تاریخ نفاذ سے دس سال منقضی ہونے پر بذریعہ حکم ایک کمیشن تشکیل دے گا جو ایک میر مجلس اور آٹھویں فہرست بند میں مصرحہ مختلف زبانوں کی نمائندگی کرنے والے ایسے دوسرے ارکان پر مشتمل ہوگا جن کا تقرر صدر کرے اور اس حکم میں اس طریق کار کا تعین ہوگا جس کے مطابق کمیشن کام کرے گا۔

(2) اس کمیشن کا فرض ہوگا کہ وہ حسب ذیل امور کے بارے میں صدر سے سفارشات کرے...

(الف) یونین کی سرکاری اغراض کے لیے ہندی زبان کا بتدریج استعمال،

(ب) یونین کی تمام سرکاری اغراض یا کسی غرض کے لیے انگریزی زبان کے استعمال پر پابندیاں،

(ج) دفعہ 348 میں متذکرہ تمام اغراض یا ان میں سے کسی غرض کے لیے استعمال کی جانے

والی زبان،

(د) یونین کی ایک یا زیادہ مصرحہ اغراض کے لیے استعمال کیے جانے والے ہندسوں کی شکل،

(ہ) سرکاری زبان اور یونین اور کسی ریاست کے مابین مراسلت کی زبان اور ان کے استعمال سے متعلق صدر کی جانب سے کمیشن سے رجوع ہوا کوئی دیگر امر۔

(3) فقرہ (2) کے تحت اپنی سفارشات کرتے وقت کمیشن بھارت کی صنعتی، ثقافتی اور سائنسی ترقی کا اور سرکاری ملازمتوں کے بارے میں ان علاقوں کے اشخاص کے جائز حقوق اور مفادات کا جہاں ہندی نہیں بولی جاتی، مناسب لحاظ کرے گا۔

(4) تیس ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گی جن میں سے بیس لوک سبھا کے ارکان اور دس راجیہ سبھا کے ارکان ہوں گے جن کو لوک سبھا کے ارکان اور راجیہ سبھا کے ارکان تناسبی نمائندگی کے طریقہ کے مطابق واحد قابل انتقال ووٹ کے ذریعہ منتخب کریں گے۔

(5) کمیٹی کا فرض ہوگا کہ فقرہ (1) کے تحت تشکیل دیے ہوئے کمیشن کی سفارش کی جانچ کرے اور صدر کو ان پر اپنی رائے کی نسبت رپورٹ پیش کرے۔

(6) دفعہ 343 میں کسی امر کے باوجود فقرہ (5) میں متذکرہ رپورٹ پر غور کرنے کے بعد صدر اس پوری رپورٹ یا اس کے کسی جز کے بموجب ہدایات جاری کر سکے گا۔

علاقائی زبانیں

دفعہ 345-ریاست کی سرکاری زبان یا زبانیں: دفعات 346 اور 347 کی توضیعات کے تابع ریاست کی مجلس قانون ساز قانون کے ذریعہ اس ریاست میں استعمال ہونے والی کسی ایک یا زیادہ زبانوں یا ہندی کو اس زبان یا ان زبانوں کی حیثیت سے اختیار کر سکے گی جس کا یا جن کا اس ریاست کی تمام سرکاری اغراض یا ان میں سے کسی غرض کے لیے استعمال کیا جانا ہو۔

بشرطیکہ جب تک اس ریاست کی مجلس قانون ساز قانون کے ذریعہ دیگر طور پر توضیع نہ کرے انگریزی زبان ان سرکاری اغراض کے لیے اس ریاست کے اندر استعمال ہوتی رہے گی

جن کے لیے وہ اس آئین کی تاریخ نفاذ کے عین قبل استعمال ہوتی تھی۔

دفعہ 346-ایک ریاست اور کسی دوسری ریاست یا کسی ریاست اور یونین کے مابین مراسلت کے لیے سرکاری زبان: وہ زبان جس کا یونین میں سرکاری اغراض کے لیے استعمال فی الوقت مجاز کیا گیا ہے ایک ریاست اور کسی دوسری ریاست اور کسی ریاست اور یونین کے مابین مراسلت کے لیے سرکاری زبان ہوگی۔

بشرطیکہ اگر دو یا زیادہ ریاستیں متفق ہو جائیں کہ ہندی زبان ایسی ریاستوں کے مابین مراسلت کے لیے سرکاری زبان ہوگی تو وہ زبان ایسی مراسلت کے لیے استعمال ہو سکے گی۔

دفعہ 347-اس زبان کے متعلق خصوصی توضیع جو ریاست کی آبادی کا ایک حصہ بولتا ہو: اس بارے میں مطالبہ کیے جانے پر صدر، اگر وہ مطمئن ہو کہ کسی ریاست کی آبادی سے قابل لحاظ تناسب کی خواہش ہے کہ وہ ریاست کی کسی زبان کے استعمال کو جس کو وہ بولتے ہیں، تسلیم کرے تو ہدایت کر سکے گا کہ ایسی زبان بھی اس ریاست بھر میں یا اس کے کسی حصہ میں اس غرض کے لیے، جس کی وہ صراحت کرے، سرکاری طور پر تسلیم کر لی جائے۔

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں وغیرہ کی زبان

دفعہ 348-زبان جو سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں میں اور ایکٹوں اور بلوں وغیرہ کے لیے استعمال ہوگی:

(1) اس حصہ کی متذکرہ بالا توضیعات میں سے کسی امر کے باوجود تاوقتیکہ پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ دیگر طور پر توضیع نہ کرے...

(الف) سپریم کورٹ اور ہر ہائی کورٹ میں ساری کارروائی انگریزی زبان میں ہوگی،

(ب) مستند متن......

(i) ان سب، بلوں یا ان کی ترمیمات کا جو پارلیمنٹ کے ہر دو ایوان یا کسی ریاست کی مجلس قانون ساز کے ایوان یا ہر دو ایوانوں میں پیش کیے جائیں یا ان کی تحریک کی جائے۔

(ii) ان سب ایکٹوں کا جو پارلیمنٹ یا کسی ریاست کی مجلس قانون ساز سے منظور ہوں اور ان سب آرڈیننسوں کا جن کو صدر یا کسی ریاست کا گورنر بذریعہ اعلان نافذ کرے، اور

(iii) ان سب احکام، قواعدو دساتیرالعمل اور ذیلی قوانین کا جو اس آئین کے تحت یا پارلیمنٹ یا کسی ریاست کی مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے کسی قانون کے تحت اجرا ہوں۔

(2) فقرہ (۱) کے ذیلی فقرہ (الف) میں کسی امر کے باوجود کسی ریاست کا گورنر صدر کی ماقبل منظوری سے ہندی زبان یا کسی دوسری زبان کو جو اس ریاست میں سرکاری اغراض کے لیے استعمال ہوتی ہو اس ہائی کورٹ کی کارروائی میں جس کا صدر مقام اس ریاست میں ہو، استعمال کرنے کا مجاز کر سکے گا۔

بشرطیکہ اس فقرہ کے کسی امر کا اطلاق کسی ایسے فیصلہ، ڈگری یا حکم پر نہ ہوگا جو ایسی ہائی کورٹ صادر کرے یا دے۔

(3) فقرہ (۱) کے ذیلی فقرہ (ب) میں کسی امر کے باوجود جہاں ریاست کی مجلس قانون ساز نے انگریزی زبان کے سوا کسی اور زبان کو اس ریاست کی مجلس قانون ساز میں پیش شدہ بلوں یا اس کے منظور کیے ہوئے ایکٹوں یا اس ریاست کے گورنر کی جانب سے بذریعہ اعلان نافذ کیے ہوئے آرڈیننسوں یا اس ذیلی فقرہ کے فقرہ (iii) میں متذکرہ کسی حکم، قاعدہ، دستورالعمل یا ذیلی قانون میں استعمال کے لیے مقرر کیا ہو تو انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ جو اس ریاست کے گورنر کے اختیار سے اس ریاست کے سرکاری گزٹ میں شائع ہو اس دفعہ کے تحت انگریزی زبان میں ان کا مستند متن متصور ہوگا۔

دفعہ 349-**زبان سے متعلق بعض قوانین وضع کرنے کا خاص طریق کار:** اس آئین کی تاریخ نفاذ سے پندرہ سال کی مدت کے دوران پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں سے کسی ایوان میں صدر کی ماقبل منظوری کے بغیر نہ کوئی ایسا بل پیش ہوگا نہ اس میں ترمیم کی تحریک ہوگی جس میں دفعہ 348 کے فقرہ (۱) کی متذکرہ اغراض میں سے کسی غرض کے لیے استعمال ہونے والی زبان کی نسبت توضیع درج ہو اور صدر جب تک دفعہ 344 کے فقرہ (۱) کے تحت تشکیل دیے ہوئے کمیشن کی سفارشات اور اس دفعہ کے فقرہ (4) کے تحت دی ہوئی رپورٹ پر غور کر لے نہ کسی ایسے بل کو پیش کرنے اور نہ کسی ایسی ترمیم کی تحریک کرنے کے بارے میں اپنی منظوری دے گا۔

خاص ہدایتیں

دفعہ 350-شکایتوں کے ازالہ کی درخواستوں میں استعمال ہونے والی زبان: ہر شخص کو کسی شکایت کے ازالہ کے لیے یونین یا کسی ریاست کے کسی عہدہ دار حاکم کو ان زبانوں میں سے کسی زبان میں جو یونین یا اس ریاست میں، جیسی کہ صورت ہو، استعمال ہوں عرض داشت پیش کرنے کا حق ہوگا۔

دفعہ 350الف-ابتدائی درجے میں مادری زبان میں تعلیم دینے کی سہولتیں: ہر ریاست اور اس ریاست کے اندر ہر مقامی حاکم کی کوشش ہوگی کہ لسانی اقلیتی زمروں سے تعلق رکھنے والے بچوں کو تعلیم کے ابتدائی درجے میں مادری زبان میں تعلیم دینے کی کافی سہولیتیں مہیا کرے اور صدر کسی ریاست کو ایسی ہدایتیں اجرا کر سکے گا جو ایسی سہولیتیں مہیا کرنے کے لیے وہ ضروری یا مناسب سمجھے۔

دفعہ 350ب-لسانی اقلیتوں کے لیے خاص عہدے دار:

(1) لسانی اقلیتوں کے لیے ایک خاص عہدہ دار ہوگا جس کا تقرر صدر کرے گا۔

(2) اس خاص عہدے دار کا فرض ہوگا کہ اس آئین کے تحت لسانی اقلیتوں کے لیے دیے ہوئے تحفظات کے متعلق سب امور کی تفتیش کرے اور صدر کو ان امور پر ایسے وقفوں سے جن کی صدر ہدایت دے، رپورٹ کرے اور صدر ایسی ساری رپورٹوں کو پارلیمنٹ کے ہر ایوان میں پیش کروائے گا اور متعلقہ ریاستوں کی حکومتوں کو بھجوائے گا۔

دفعہ 351-ہندی زبان کو فروغ دینے کے لیے ہدایت: یونین کا یہ فرض ہوگا کہ ہندی زبان کی اشاعت کو فروغ دے تا کہ وہ بھارت کی ملی جلی تہذیب کے تمام عناصر کے لیے اظہارِ خیال کے ذریعہ کے طور پر کام آئے اور اس کے مزاج میں دخل انداز ہوئے بغیر ہندستانی اور آٹھویں فہرست بند میں مندرجہ بھارت کی دوسری زبانوں میں استعمال ہونے والی تراکیب، اسلوب اور اصطلاحات کو جذب کر کے اور جہاں بھی ضروری ہو یا مناسب ہو، اس کے ذخیرہ الفاظ کے لیے اولاً سنسکرت اور ثانیاً دوسری زبانوں سے اخذ کر کے اس کو مالا مال کرے۔

ڈاکٹر امبیڈکر کا نظریۂ تعلیم

تعلیم ایک ایسی شے ہے جس تک سماج کے ہر فرد کی رسائی ہونی چاہیے۔ ابتدائی تعلیم کی غرض اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ جو بچہ پرائمری اسکول میں داخل ہو وہ اسکول اس وقت چھوڑے جب وہ کچھ پڑھ لکھ سکے اور اس کی یہ صلاحیت تا حیات باقی رہے۔ یہ تبھی ممکن ہو سکے گا جب اسے آئندہ بھی حصول علم کے مواقع ملتے رہیں۔ ڈاکٹر امبیڈکر

ابتدائی تعلیم کا فروغ وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ آج کے اس دور میں غیر تعلیم یافتہ دلت زندگی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ قومی ترقی کی بنیاد ابتدائی تعلیم کے فروغ پر ہی منحصر ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ابتدائی تعلیم قانون کے ذریعہ لازمی کی جائے۔

(31 مئی 1929 کو مہابالیشور میں منعقد کانفرنس میں ڈاکٹر امبیڈکر کی تقریر سے اقتباس)

ہم سب اس بات سے واقف ہیں کہ حصول علم سے انسان میں نہ صرف ہر طرح کا شعور پیدا ہوتا ہے بلکہ اپنے حقوق حاصل کرنے میں بھی مدد ملتی ہے ڈاکٹر امبیڈکر کو بھی تعلیم کی اہمیت کا پورا پورا اندازہ تھا اور وہ ہندوستان کے کمزور و پسماندہ طبقات اور خواتین کی تعلیمی پسماندگی کے بارے میں انتہائی متفکر تھے۔

ڈاکٹر امبیڈکر کا کہنا تھا کہ کوئی بھی شخص زندگی کی جدوجہد میں تب تک سرخ رو نہیں ہو سکتا

جب تک وہ تعلیم حاصل نہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے کہ تو اسے بہت سے سماجی مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا جیسے بے عزتی، جبر واستبداد اور بے حرمتی۔ دریں صورت موجودہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تعلیم کو تیز روی کے ساتھ فروغ دے۔ ان کا اعلیٰ تعلیم کے بارے میں یہ کہنا تھا کہ یونیورسٹی میں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ Society Oriented ہونی چاہیے یعنی اس کا تعلق سماجی امور سے ہونا چاہیے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کی نوعیت سائنٹفک ہونی چاہیے اور اس میں کسی طرح کی جانبداری نہیں برتی جانی چاہیے۔ اس کا فائدہ سماج کے چند طبقات کو ہی نہیں پہنچنا چاہیے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ تعلیم کی غرض صرف ایسے علوم سے ہی آگاہی نہیں جس کی نوعیت Thermos جیسی ہو یعنی ایسی تعلیم جس سے وقتی طور پر کوئی تحریک تو ملے لیکن بعد میں اس کی حرارت میں کمی آجائے یا جمود پیدا ہوجائے۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ بھی کہنا تھا اگر آپ سماج کی ترقی چاہتے ہیں تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ تعلیم کو عام کریں۔ تعلیم انسان کو تعصّبانہ و جانبدارانہ رجحانات سے نجات دلاتی ہے اور اس سے جاہل عوام سے ناجائز فائدہ اٹھانے، ان کے استحصال اور ان پر تسلط قائم کرنے میں کمی آتی ہے۔ اگر تعلیم لوگوں کے لیے حصول علم کا ذریعہ بنتی ہے تو وہ یقینی طور پر ان مسائل کا بآسانی مقابلہ کرسکتے ہیں جو ان پر تسلط قائم کرنے والے عوامل کی حرکات وسکنات کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔ تعلیم انسان کو صحیح رائے قائم کرنے میں مدد کرتی ہے اور لوگوں کے بیچ کی دیوار کو منہدم کردیتی ہے۔ تعلیم کی سب سے بڑی دین یہ ہے کہ اس سے ہمارے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ہماری ترقی کی پہلی منزل تصور کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے تعلیم کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے، اپنے والد محترم کی ہمت افزائی اور مہاراجہ گائکواڑ کی مالی اعانت کے باعث مالی اعتبار سے انتہائی ناسازگار حالات میں بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی، تعلیمی ادارے قائم کیے یا ان کے قیام میں مدد کی اور کئی تعلیمی اداروں میں استاد بھی رہے۔ نومبر 1918 میں سڈنہیم کالج بمبئی میں پولیٹیکل اکونومی کے پروفیسر مقرر ہوئے، جون 1928 میں گورنمنٹ لاء کالج میں پروفیسر و پرنسپل مقرر ہوئے، جون 1935 میں گورنمنٹ لاء کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے، جون 1946 میں سدھارتھ کالج کے قیام میں کلیدی رول ادا کیا۔ اس کے علاوہ بہت سے تعلیمی اداروں، فلاحی اداروں اور انجمنوں سے وابستہ رہے۔

انھوں نے تعلیم نسواں کی جانب خصوصی توجہ دی اور بہت سے تعلیمی ادارے بھی قائم کیے۔ انھوں نے خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے 'موک نایک اور 'بہشکرت' نامی اخبار بھی شائع کیے۔ انھوں نے نیویارک میں اپنی پڑھائی کے دوران اپنے والد کے ایک دوست کو خط لکھ کر کہا تھا کہ بھارت بہت جلد ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا لیکن اس چنوتی کو پورا کرنے سے پہلے تعلیم نسواں کے لیے آگے آنا ہوگا اور اس کے لیے ضروری قدم اٹھانے ہوں گے۔

18 جولائی 1927 کو 3 ہزار خواتین کے ایک مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا کہ اپنے بچوں کو اسکول بھیجئے۔ عورتوں کے لیے بھی تعلیم اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ مردوں کے لیے۔ اگر آپ کو لکھنا پڑھنا آتا ہے تو تبھی آپ اپنے حقوق حاصل کر سکتی ہیں اور سماج میں اپنا مقام بنا سکتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا کہنا تھا کہ ہر باپ کی یہ ذمہ داری ہے اور گھر میں اس کا یہ فرض اولیں ہے کہ وہ عورتوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرائے۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے ڈاکٹر امبیڈکر ابتدائی تعلیم سب کے لیے لازمی کرنے کے حامی تھے اور انھوں نے ہمیشہ اس کی وکالت کی۔ انھوں نے یہ بات اب سے تقریباً 7 دہائی قبل کہی تھی مگر اسے 2010 میں حق تعلیم ایکٹ، 2009، جو یکم اپریل 2010 کو نافذ ہوا، کے ذریعہ قانونی درجہ حاصل ہوا۔ صرف یہی نہیں بلکہ آئین میں دفعہ 21 الف شامل کر کے 6 سال سے 14 سال تک کی عمر کے بچوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم دینے کی بابت توضیع کی گئی اور اس کے مثبت نتائج سامنے آرہے ہیں۔

یہاں حق تعلیم ایکٹ کی کچھ اہم باتوں کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ اس ایکٹ میں 6 سال سے 14 سال تک کی عمر کے بچوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم دینے کی بابت توضیع کی گئی ہے۔ اس قانون میں یہ بات بھی شامل کی گئی ہے کہ کسی بھی بچے کو 8 ویں کلاس تک نہ تو اسکول سے نکالا جائے اور نہ ہی پاس ہونے کی شرط عائد کی جائے۔ علاوہ ازیں اس ایکٹ میں سبھی نجی اور اقلیتی اسکولوں میں معاشی اعتبار سے پسماندہ طبقات کے لیے 25 فیصد ریزرویشن کا بھی التزام کیا گیا ہے۔ اس اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے 'سروشکشا ابھیان' کی بنیاد پر مرکز اور ریاستوں کو اس کے اخراجات برداشت کرنے ہوں گے۔

ڈاکٹرامبیڈکر کی تعلیمی سوچ پر بیرونی اثر

ڈاکٹر امبیڈکر کے متذکرہ بالا بیانات وخیالات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ تعلیم کے تیئں ان کی سوچ مکمل طور پر عملی اور حقیقت پسندی پر مبنی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ علم کی دولت ہر شخص کو نصیب ہو اور تعلیم کا چراغ ہر گھر میں جلے۔ یہ گھر چاہے کسی اعلیٰ ذات والے کا ہو یا دلت کا۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ سبھی طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ مساوات کی بنیاد پر ایک ہی صف میں کھڑے ہوں۔ ان کی یہ سوچ ان کے ہندستانی، امریکی اور مغربی اقدار کے امتزاج کا مظہر ہے۔ انھوں نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ 1913 سے 1916 تک جو وقت انھوں نے کولمبیا یونیورسٹی میں گزارا اس سے ان کی قوت خوابیدہ بیدار ہوئی۔ ان کا شمار ان چند افراد میں ہوتا ہے جنھوں نے سب سے پہلے امریکہ میں تعلیم حاصل کی۔ ان کے دوست اور اساتذہ نے، جن میں John Dewey، James Shotwell، Edwin Seligman اور James Harvey Robinson شامل ہیں، ان کی تعلیمی وسماجی مسائل سے متعلق سوچ پر کافی اثر ڈالا اور جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا اسی لیے یہ بات کہی جاتی ہے کہ ان کی سوچ ہندستانی، امریکی اور مغربی اقدار کا امتزاج تھی۔ وہ ڈوی (Dewey) کی نتائجی وعملی سوچ، مثبت اندازفکر، امریکی جمہوریت (معہ حصولیابیوں وناکامیابیوں کے) سے تعلیمی وسماجی مسائل کے معاملے میں بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ انھیں مساوات، انسانی وقار اور ہر شخص کی عزت جیسے تصورات نے بہت زیادہ متاثر کیا۔ اس دور میں بھی امریکہ میں درجاتی تقسیم جیسی کوئی بات نہیں تھی اور اس صورت حال میں ڈاکٹر امبیڈکر کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ آخر ہمارے ملک میں دلتوں کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ کیوں اختیار کیا جارہا ہے۔ لیکن کوئی بھی شخص ڈاکٹر صاحب پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ ان کے خیالات امریکی یا مغربی طرز فکر کا نقش ثانی تھے۔ وہ ایک آزاد خیال انسان تھے۔ اپنے چاروں طرف کے ماحول سے متاثر ضرور ہوتے تھے مگر ان کی اپنی آزادانہ سوچ تھی۔ اس بات کو دانشوروں اور ان کے اساتذہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس کا دستاویزی ثبوت لندن یونیورسٹی کے پروفیسر ایڈورڈ کینن کا وہ سفارشی خط ہے جو انھوں نے 1918 میں Sydenham College کے سربراہ کو ڈاکٹر امبیڈکر کو تدریسی عہدہ دینے کے بارے میں لکھا تھا۔ اس خط کا نفس موضوع درج ذیل تھا:

"I don't know anything about Ambedkar except that he came to do a thesis and attacked it and me in a way which showed he had quite extraordinary practical ability.... I rather wonder if he is a pure Indian; his character is rather Scotch-American."

میں ڈاکٹر امبیڈکر کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا کہ وہ تھیسز کے سلسلہ میں یہاں آئے تھے اور انھوں نے نہ صرف تھیسز پر بلکہ مجھ پر ایسے (ادبی حملے کیے) کہ جن سے یہ بات مکمل طور پر ظاہر ہوگئی کہ وہ غیر معمولی عملی صلاحیت کے حامل ہیں۔

انھیں امریکہ میں اپنی بہتر نشو ونما اور فروغ کا ماحول میسر ہوا اور انھیں انسان کی عظمت اور مساوات کے بارے میں جو ان کے اپنے خیالات تھے ان میں مزید مضبوطی آئی اور انھوں نے ہندوستان آکر اپنے ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی دل وجان سے کوشش کی۔ اس کے لیے نہ اپنے زور قلم اور قوت گویائی کا سہارا لیا بلکہ جسمانی تکالیف بھی اٹھائیں جو بعد میں ان کے لیے مضر صحت ثابت ہوئیں۔ مگر کون اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ آج ہم سب اس بات کے چشم دید گواہ ہیں کہ ان کا سپنا ساکار ہو رہا ہے مگر افسوس کہ آج وہ اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہوتے ہوئے دیکھنے کے لیے موجود نہیں۔ لیکن ایسے انسان ہمیشہ زندہ رہتے ہیں خواہ ہم انھیں دیکھ سکیں یا نہ دیکھ سکیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے ؎

یاد آئیں گے ہم تم کو اے اہل جہاں اکثر
ہم نے رخ ہستی پر وہ نقش ابھارے ہیں

ذات پات پر مبنی امتیاز بنام نسلی امتیاز

ذات پات پر مبنی امتیاز اور نسلی امتیاز اگر چہ دو مختلف اصطلاحات ہیں لیکن دونوں تفریق، ناانصافی، ظلم، جبر، استبداد، استحصال، غیر انسانی سلوک، حقارت آمیز رویہ، توہین آمیز برتاؤ جیسی برائیوں کے پیٹ سے جنم لیتے ہیں اور اگر انھیں sister evils (ہم نوع وہم ذات برائیاں) کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اگر ہم کبھی طرح کے نسلی امتیاز کے خاتمہ سے متعلق بین الاقوامی کنونشن بابت سال، 1965 کی دفعات پر نظر ڈالیں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ اگر اس کنونشن میں لفظ نسلی امتیاز (racial discrimination) کی جگہ ذات پات پر مبنی امتیاز (caste-based discrimination) الفاظ رکھ دیے جائیں تو دونوں اصطلاحات کے دائرے میں محیط برائیوں کے نتائج یکساں ہیں یعنی انسانی حقوق اور سیاسی، معاشی، ثقافتی میدان میں یا عام زندگی کے کسی دوسرے شعبے میں عطا کیے جانے والے حقوق کے معاملے میں برتا جانے والا امتیاز۔ مگر یاد رہے کہ ذات پات پر مبنی امتیاز ایک ملک اور قوم کا مسئلہ ہے جبکہ نسلی امتیاز ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ لہٰذا دونوں تصورات کے بیچ خط امتیاز کھینچنا ضروری ہے۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے کولمبیا میں اپنی تعلیم کے دوران حاصل تجربے کی بنیاد پر بشریات سے متعلق ایک سیمینار میں Alexander Goldenweiser کے ساتھ اپنا ایک مقالہ پڑھا تھا، جس کا عنوان تھا 'Castes in India, Their Mechanism, Genesis and Development' اور جو مئی 1917 میں The Indian Antiquary میں شائع ہوا تھا۔ انھوں نے اپنے اس مقالے

میں لکھا تھا:

"Ethnically all peoples are heterogeneous. It is the unity of culture that is the basis of homogeneity. Taking this for granted, I venture to say that there is no country that can rival the Indian peninsula with respect to the unity of its culture"

(نسلی اعتبار سے تمام انسان مختلف خصوصیات کے حامل ہیں اور ثقافتی ہم آہنگی و یکجہتی کی بنیاد پر ہی شیر و شکر ہوا جاسکتا ہے۔ ہم اس بات کو بغیر کسی ثبوت کے تسلیم کرتے ہوئے بے خوف اپنی اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ بمقابل کوئی ایسا ملک نہیں ہے جو ثقافتی یگانگت کے معاملے میں جزیرہ نما ہند کا مقابلہ کر سکے۔)

وہ امریکہ میں نیگرو نسل کے لوگوں کے ساتھ ناانصافی کے چشم دید گواہ رہے لیکن انھوں نے اپنی تحریروں وتصانیف میں ہندستانی اچھوتوں سے ان کا موازنہ نہیں کیا کیونکہ وہ اس بات پر مکمل یقین رکھتے تھے کہ ہندوستان میں چھوت چھات نسلی وجوہات کی وجہ سے نہیں ہے۔ ان کے نزدیک اس کی وجہ دلتوں کے ساتھ اعلیٰ ذات کے لوگوں کا غیر منصفانہ رویہ رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ کئی ممالک میں کچھ معاملوں میں نسلی امتیاز کو بالواسطہ یا بلاواسطہ آئین اور دیگر قوانین کا حصہ بنایا گیا ہے۔ مثلاً ان میں مستعملہ indigenous head of state, indigenous minorities (ملکی یا دیسی سربراہ یا اقلیتیں) جیسی اصطلاحات میں نسلی امتیاز کی بو آتی ہے۔ جہاں تک ہمارے ملک کی بات ہے ہمارے آئین میں کسی بھی بنیاد پر امتیاز کی اجازت نہیں اور سب کو بشمول درج فہرست ذاتوں وقبائل سے تعلق رکھنے والے افراد اور اقلیتوں کو مساوی آئینی وقانونی تحفظ حاصل ہے۔ ہمارا آئین کبھی ناکام نہیں ہوا ہے۔ اگر لغزش ہوئی ہے تو گمراہ افراد سے اور انھیں سزا دینے کے معاملے میں ہماری عدالتیں فعال کردار نبھاتی رہی ہیں۔ ہماری قانونی کتابیں و جرائد اس موضوع سے متعلق عدالت عظمیٰ اور دیگر نظائری عدالتوں، نیم عدالتی اداروں وعدالتی اداروں کی نظائر سے بھری پڑی ہیں۔

سبھی طرح کے نسلی امتیاز کے خاتمہ سے متعلق بین الاقوامی کنونشن بابت سال،1965 کی اہم دفعات

دفعہ 1

اس کنونشن میں نسل، رنگ، حسب ونسب یا قومی یا نسلی نژاد کی بنیاد پر ہر قسم کے ایسے نسلی امتیاز کی ممانعت کی گئی ہے جس سے سب لوگوں کو حاصل ہونے والے مساوی انسانی حقوق اور سیاسی، معاشی، ثقافتی میدان میں یا عام زندگی کے کسی دوسرے شعبے میں عطا کی جانے والی بنیادی آزادی ختم ہو جائے یا اس میں کوئی کمی آئے۔

دفعہ 2

اس کنونشن کی فریقین مملکتیں ایسے تمام مناسب اقدام کریں گی جس سے نسلی امتیاز کا خاتمہ ہو اور اس بات کو یقینی بنائیں گی کہ تمام نسلی گروپوں اور افراد کو زندگی کے ہر شعبے میں مکمل انسانی حقوق اور بنیادی آزادی حاصل ہو۔

دفعہ 3

اس دفعہ میں فریقین مملکتوں نے نسلی امتیاز اور اس بنیاد پر ایک دوسرے کو بانٹنے کی مذمت کی گئی ہے۔

دفعہ 4

اس دفعہ میں فریقین مملکتوں نے اس تمام پروپگنڈے اور ان تمام تنظیموں کی بھی مذمت کی ہے جو نسل یا رنگ کی بنیاد پر احساس برتری اور احساس کمتری کو ہوا دیتے ہیں۔

دفعہ 5

اس دفعہ میں فریقین مملکتوں نے اس بات کا عہد کیا ہے کہ وہ ہر قسم کے نسلی امتیاز کی ممانعت کریں گی اور اس بات کو یقینی بنائیں گی کہ سبھی لوگ بغیر رنگ، نسل یا قوم کے امتیاز کے قانون کی نظر میں برابر ہوں اور انھیں تمام حقوق حاصل ہوں جیسے عدالتی چارہ جوئی کا حق، شخصی تحفظ کا حق، سرکاری اہل کاروں یا کسی گروپ یا ادارے کی طرف سے ہونے والے تشدد سے تحفظ کا حق، تمام سیاسی حقوق جس میں بین الاقوامی اصولوں کے مطابق حق

انتخاب بھی شامل ہے؛حق نقل وحرکت، ملک چھوڑنے اور واپس آنے کا حق، قومیت کا حق، اپنی پسند کی شادی کا حق، حق جائیداد، حق وراثت، آزادی خیال، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب کا حق، آزادیٔ رائے واظہار، پرامن اجتماع اور انجمن سازی کا حق، اپنی پسند کے روزگار کا حق، بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق، مساوی کام کے لیے مساوی اجرت کا حق، مناسب مشاہرہ کا حق، ٹریڈ یونین بنانے اور ان میں شامل ہونے کا حق، مکان، صحت عامہ، طبی سہولیات، سماجی تحفظ، سماجی خدمات، تعلیم وتربیت اور ثقافتی سرگرمیوں میں شرکت کا مساوی حق، ٹرانسپورٹ، ہوٹلوں، ریستورانوں، تھیٹروں اور پارکوں وغیرہ میں، جو عوام کے لیے بنائے گئے ہیں، رسائی کا حق؛

دفعہ 6

فریقین مملکتیں ایسی مجاز عدالتوں کے قیام کو یقینی بنائیں گی جن کے روبرو متاثرہ افراد کو انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی نسلی امتیاز کے باعث ہونے والی خلاف ورزیوں کے خلاف چارہ جوئی کرنے کا حق حاصل ہو۔

دفعہ 7

تمام فریقین مملکتیں تدریسی، تعلیم، ثقافت اور اطلاعات کے میدان میں ایسے فوری ضروری اور موثر اقدام کریں گی جن سے نسلی امتیاز نہ پنپنے پائے اور دنیا کی مختلف قوموں اور نسلی گروہوں کے بیچ دوستانہ اور صبر وتحمل کا ماحول پیدا ہو۔ اس کے علاوہ یہ مملکتیں اقوام متحدہ کے چارٹر، انسانی حقوق کا عالمگیر اعلامیہ، سبھی قسم کے نسلی امتیاز کے خاتمے سے متعلق اقوام متحدہ کا اعلامیہ اور اس کنونشن کی اغراض ومقاصد اور اصولوں کی تشہیر کریں گی۔

ضمیمہ

ڈاکٹر امبیڈکر سے متعلق کچھ اہم واقعات وسوانحی خاکہ چارٹ کی شکل میں

14 اپریل 1891۔ یوم پیدائش مہو (مدھیہ پردیش)
(صوبہ دار رامجی سکپال اور بھیما بائی امبیڈکر کے چودھویں بچے کے روپ میں)

1896۔ ڈاکٹر امبیڈکر کی والدہ بھیما بائی امبیڈکر کا انتقال

نومبر 1900۔ ستارا میں گورنمنٹ ہائی اسکول میں داخلہ لیا

1904۔ Elphinstone ہائی اسکول بمبئی (جس کا نام اب ممبئی ہے) میں داخلہ لیا

1906۔ گوپال بابا والنگکر کے ایک عزیز بھیکو والنگکر کی بیٹی رامابائی سے شادی کی

1907۔ میٹرک کا امتحان پاس کیا

جنوری 1908۔ Elphinstone کالج بمبئی (جس کا نام اب ممبئی ہے) میں داخلہ لیا۔ شری ایس کے بولے کی صدارت میں منعقد اجلاس میں شری کے اے (دادا) کیلسکر گرو جی کی گوتم بدھ کی زندگی پران کے ذریعے لکھی گئی کتاب پیش کیے جانے کے موقعہ پر اعزاز

دسمبر 1912 ۔ بیٹے یشونت کی پیدائش

1913 ۔ بمبئی یونیورسٹی سے انگریزی و فارسی مضامین کے ساتھ بی۔اے۔ کا امتحان پاس کیا

فروری 1913 ۔ بمبئی میں والد کا انتقال

جولائی 1913 ۔ گائیکواڑ اسکالر کے طور پر کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک کی پولیٹیکل سائنس فیکلٹی میں داخلہ لیا

جون 1915 ۔ ایم۔اے۔ خصوصی مضمون علم معاشیات کے ساتھ پاس کیا

مئی 1916 ۔ Prof.Goldernweiser's Anthropology Seminar میں Castes in India مقالہ پڑھا

جون 1916 ۔ پی ایچ۔ڈی کا کام پورا کرنے کے بعد لندن اسکول آف اکونومکس و پولیٹیکل سائنس میں داخلہ لینے کے لیے روانگی

1917 ۔ کولمبیا یونیورسٹی سے پی ایچ۔ڈی ڈگری

جون 1917 ۔ ریاست بڑودہ سے وظیفہ بند ہونے کے بعد ایم۔ایس سی۔ (معاشیات) کی تھیسز پر ایک سال کام کرنے کے بعد ہندوستان واپسی

جولائی 1917 ۔ مہاراجہ گائیکواڑ کے ملٹری سکریٹری مقرر مگر ذاتی وجوہات کی بنا پر جلد ہی ملازمت چھوڑ دی۔ "Small Holdings in India and Their Remedies" کتاب شائع کی

1918 ۔ Southborough Commission on Franchise کے روبرو گواہی دی۔ ناگپور میں منعقد Conference of the depressed Classes میں شرکت کی۔

نومبر 1918 ۔ Sydenham کالج بمبئی میں پولیٹیکل اکونومی کے پروفیسر مقرر ہوئے

31 جنوری 1920 ۔ پچھڑے طبقات کے کاز کی وکالت کے لیے مراٹھی اخبار موک نائک شروع کیا۔ شروع میں شری نندرام بھٹکر اس کے ایڈیٹر تھے اور بعد میں شری گھولپ مدیر مقرر ہوئے

21 مارچ 1920 ۔ چھترپتی ساہو مہاراج کی صدارت میں کولہاپور میں منعقد پچھڑے طبقات

سے متعلق کانفرنس میں شرکت

مارچ 1920 ۔لندن میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے سڈ ین ہیم کالج سے مستعفی

مئی 1920 ۔ ناگپور کی یادگار تقریر

ستمبر 1920۔لندن اسکول آف اکونومکس میں دوبارہ داخلہ اور Gray's Inn میں بار کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخلہ

جون 1921 ۔ 'Provincial Decentralisation of Imperial Finance in British India' تھیسز کو لندن یونیورسٹی نے ایم۔ایس سی ڈگری کے لیے منظوری دی۔

1922-23 میں جرمنی کے شہر بون میں علم معاشیات کا مزید مطالعہ کیا

مارچ 1923 ۔ 'The Problem of the Rupee – Its origin and its solution' D. Sc(Economics) thesis کے لیے منظور۔1947 میں یہ History of Indian Currency and Banking Vol. I کے نام سے بمبئی سے شائع ہوئی

1923۔بار میں شمولیت

1923 ۔ ہندوستان واپسی

جون 1924 ۔ بمبئی ہائی کورٹ میں وکالت شروع

20 جولائی 1924 ۔ پچھڑے طبقوں کو اوپر اٹھانے کے لیے 'Bahishkrit Hitkarini Sabha' (بہشکرت ہتکارنی سبھا) قائم کی

1925 ۔ 'The Evolution of Provincial Finance in British India' - dissertation on the provincial decentralisation of ImperialFinance in India'. شائع کیا۔Barshi میں اچھوت طلبہ کے لیے ہاسٹل کھولا۔

1926 ۔ Royal Commission on Indian Currency (Hilton Young Commisssion) کے روبرو گواہی ۔بمبئی مجلس قانون ساز کونسل کے لیے رکن نامزد

20 مارچ 1927 ۔مہاڑ ضلع کولابا میں Chavdar تالاب تک اچھوتوں کی رسائی کے لیے ستیہ گرہ کی شروعات

3اپریل1927 میںBahiskrit Bharat(بہشکرت بھارت) کے نام سے مراٹھی پندرہ روزہ اخبار شروع کیا

ستمبر1927۔ سماج سمتا سنگھ قائم کیا

دسمبر1927۔ مہاڑ میں دوسری کانفرنس

مارچ1928۔ بمبئی مجلس قانون ساز کونسل میں 'وطن بل' پیش کیا

مئی1928۔Indian Statutory Committee (Simon Commission) کے روبرو گواہی

جون1928۔ گورنمنٹ لاء کالج میں پروفیسر و پرنسپل مقرر

1928-29۔Bombay Presidency Committee of the Simon Committee. کے رکن مقرر

مارچ1930۔ کالارام مندر ناسک میں اچھوتوں کے داخلہ کے لیے ستیہ گرہ

1930-32۔ گول میز کانفرنس میں ہندوستان کے اچھوتوں کی جانب سے نمائندگی کی۔

ستمبر1932۔ پونا پیکٹ اور میکڈونلڈ کمیونل ایوارڈ جس کی رو سے پچھڑے طبقات کو علاحدہ رائے دہندگان کی جماعت تسلیم کیا گیا

1932-34۔ رکن، بھارتی دستوری اصلاحات سے متعلق جوائنٹ پارلیمانی کمیٹی

1934۔ لائبریری کے لیے جگہ کی قلت کے باعث پاریل دامودر ہال سے راجہ گرہ دادر شفٹ کیا

26 مئی، 1935۔ ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ رامابائی امبیڈکر کا انتقال

جون1935۔ گورنمنٹ لاء کالج کے پرنسپل مقرر

جنوری13-193612-13۔ پونا میں پچھڑے طبقات کی کانفرنس کا انعقاد

اگست1936۔ بمبئی مجلس قانون ساز کونسل میں ڈاکٹر صاحب نے نئی آزاد اپوزیشن لیبر پارٹی کی بنیاد ڈالی

11 نومبر 1936۔ جنیوا اور لندن کے لیے روانگی

1937-ڈاکٹر صاحب نے میونسپل کامگروں کی یونین کو منظم کیا

14 جنوری 1937۔ڈاکٹر صاحب بمبئی واپس

17 فروری 1937۔گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے تحت پہلا الیکشن۔ڈاکٹر صاحب بمبئی مجلس قانون ساز کونسل کے رکن منتخب مع اپنی پارٹی کے 17 اراکین کے۔

17 مارچ 1937- مہاڑ چودر ٹینک معاملے کا فیصلہ پچھڑے لوگوں کے حق میں۔انھیں عام کنویں اور تالابوں کے استعمال کا قانونی حق

31 جولائی۔چالیس گاؤں ریلوے اسٹیشن پر ڈاکٹر صاحب کا شاندار استقبال

17 ستمبر۔مہاڑ وطن ختم کرنے کے لیے بل اسمبلی میں پیش

31 دسمبر۔پچھڑے طبقات کی کانفرنس میں شرکت کے لیے شولاپور جاتے ہوئے پنڈھاپور اسٹیشن پر ڈاکٹر صاحب کا استقبال

4 جنوری 1938۔شولاپور میونسپل کونسل کی جانب سے ڈاکٹر صاحب کا استقبال

جنوری 1938-اچھوتوں کو ہریجن یعنی ایشور پتر کہنے کے لیے کانگریس کی جانب سے بل پیش

23 جنوری 1938-ڈاکٹر صاحب کا احمد آباد میں کسانوں سے خطاب

12-13 فروری 1938 مانماڑ ضلع ناسک میں ریلوے ملازمین سے خطاب

مئی 1938۔گورنمنٹ لاء کالج بمبئی کے پرنسپل کے عہدے سے مستعفی

ستمبر 1938۔بمبئی اسمبلی میں صنعتی تنازعات بل پر ہڑتال کے حق میں زوردار تقریر

6 نومبر 1938۔صنعتی کامگران کی ہڑتال میں ڈاکٹر صاحب پیش پیش

10 نومبر 1938۔بمبئی اسمبلی میں برتھ کنٹرول سے متعلق بل پیش کیا۔

دسمبر 1938۔مہاڑ میں پچھڑے طبقات کی پہلی کانفرنس میں خطاب

19 جنوری 1939۔گاندھی جی سے بات چیت

29 جنوری Kale Memorial Lecture of Gorkhale School of Politics and Economics, Poona میں 'Federation v/s Freedom' موضوع پر لیکچر

اکتوبر 1939 ۔ پہلی نہرو۔امبیڈکر ملاقات

دسمبر 1939 ۔ڈاکٹر صاحب کی صدارت میں مہر اور مہر وطن داس کی شکایات کے ازالہ کے لیے ہرے گاؤں میں کانفرنس کا انعقاد

مئی 1940 ۔ڈاکٹر صاحب نے مہر پنچایت کی بنیاد ڈالی

22 جولائی 1940 ۔ڈاکٹر صاحب کی کی نیتاجی سبھاش چندر بوس سے ملاقات

دسمبر 1940 ۔ڈاکٹر صاحب کی کتاب Thoughts on Pakistan شائع ہوئی

جنوری 1941 ۔مہروں کو فوج میں لینے کے لیے ڈاکٹر صاحب نے آواز بلند کی جس کے نتیجہ میں Mahars Battallion وجود میں آئی

25 مئی 1941 ۔ڈاکٹر صاحب نے Mahar Dynast Panchayat Samiti قائم کی

جولائی 1941 Defence Advisory Committee میں شمولیت

اپریل 1942 ۔ڈاکٹر صاحب نے ناگپور میں All India Scheduled Castes Federation کی بنیاد ڈالی۔

18 جولائی 1942 ۔ڈاکٹر صاحب نے ناگپور میں کل ہند پچھڑے طبقات کانفرنس سے خطاب کیا

20 جولائی 1942 ۔Viceroy's Executive Council میں لیبر رکن کی حیثیت سے شامل

دسمبر 1942 ۔کناڈا میں Institute of Pacific Relations کی کانفرنس میں "Problems of the Untouchables in India" مقالہ پڑھا

19 جنوری 1943 ۔جسٹس ایم۔جی۔ رانا ڈے کے 101 ویں جنم دن کے موقع پر ڈاکٹر صاحب کا صدارتی خطاب جو بعد میں Ranade, Gandhi and Jinnah عنوان کے تحت کتاب کی شکل میں شائع ہوا

1944 ۔ڈاکٹر صاحب نے بمبئی میں "The Building Trust and the Scheduled Caste Improvement Trust" کی بنیاد ڈالی

6 مئی 1944۔ڈاکٹر صاحب نے پاریل بمبئی میں Annual Conference of the All India S.C. Federation سے خطاب کیا

جون۔ What congress and Gandhi have done to the untouchables?

جولائی 1944۔ڈاکٹر صاحب نے بمبئی میں 'People's Education Society' کی بنیاد ڈالی

1946۔ڈاکٹر صاحب نے برطانوی وفد کے روبرو گواہی دی

جون 1946۔سدھارتھ کالج کی شروعات

ستمبر 1946۔لندن روانگی تاکہ آزادی ملنے کے بعد پچھڑے طبقات کو تحفظات فراہم کرنے کی بات برطانوی حکومت اور مخالف جماعتوں کے روبرو رکھی جا سکے اور کیبنٹ مشن نے ان طبقات کے ساتھ جو ناانصافی کی ہے اسے دور کیا جا سکے

13 اکتوبر۔ Who were Shudras? کتاب کی اشاعت و قانون ساز اسمبلی کی رکنیت

نومبر۔قانون ساز اسمبلی میں ڈاکٹر صاحب کی پہلی تقریر جس میں انھوں نے 'مضبوط اور متحد ہندوستان' کی بات کہی تھی

مارچ 1947۔'States and Minorities' کتاب کی اشاعت

29 اپریل 1947۔سردار پٹیل نے قانون ساز اسمبلی میں چھوت چھات سے متعلق دفعہ 17 ختم کرنے کی تجویز پیش کی جو منظور کر لی گئی

15 اگست 1947۔ہندوستان کو آزادی ملی۔ڈاکٹر صاحب کو بمبئی کانگریس لجسلیٹر پارٹی نے قانون ساز اسمبلی کے لیے منتخب کیا۔انھوں نے نہرو کیبنٹ میں شمولیت اختیار کی اور ہندوستان کے پہلے وزیر قانون بنے۔

29 اگست 1947۔آئین ڈرافٹنگ کمیٹی کے سربراہ مقرر

فروری 1948۔آئین کا ڈرافٹ مکمل کیا

اپریل 1948۔ڈاکٹر شاردا کبیر سے دوسری شادی

Second marriage - Dr Ambedkar married Dr Sharda Kabir in Delhi.

اکتوبر 1948۔The Untouchables کتاب کی اشاعت اور Dhar Commission. میں "Maharashtra as a linguistic Province" میمورنڈم داخل

4 اکتوبر 1948۔آئین کا ڈرافٹ قانون ساز اسمبلی کے روبرو پیش کیا

نومبر 1948۔قانون ساز اسمبلی نے چھوت چھات سے متعلق دفعہ 17 ختم کرنے کی منظوری دی

11 جنوری 1950۔سدھارتھ کالج پارلیمنٹ میں ہندو کوڈ سے متعلق لیکچر

دسمبر 1950 کولمبو میں عالمی بودھ کانفرنس میں شرکت

5 فروری 1951۔پارلیمنٹ کے روبرو ہندو کوڈ بل پیش کیا

15 اپریل 1951۔ڈاکٹر امبیڈکر بھون کا سنگ بنیاد رکھا

ستمبر 1951۔نہرو کیبنٹ سے مستعفی۔The Rise and Fall of Hindu Women. کتاب کی اشاعت

مارچ 1952۔بمبئی سے منتخب راجیہ سبھا کے رکن

15 جون 1952۔امریکہ کی کولمبیا یونیورسٹی نے ایل ایل۔ڈی کی اعزازی ڈگری تفویض کی

دسمبر 1952۔پونا بار کونسل میں "Conditions Precedent to the Successful working of Democracy" موضوع پر تقریر

12 جنوری 1953۔عثمانیہ یونیورسٹی نے ایل ایل۔ڈی کی اعزازی ڈگری تفویض کی

مارچ 1953۔چھوت چھات کے خاتمہ کے لیے پارلیمنٹ میں The Untouchability (offences) Bill پیش

16 ستمبر 1954۔چھوت چھات کے خاتمہ سے متعلق بل کی بابت ڈاکٹر صاحب کی پارلیمنٹ میں تقریر

3 اکتوبر 1954۔"My Personal Philosophy" تقریر نشر

3 اپریل 1955۔"Why Religion is necessary" موضوع پر تقریر

دسمبر 1955۔Thoughts on linguistic States کتاب کی اشاعت

6 دسمبر 1956 ۔ اپنی رہائش گاہ 26 علی پور روڈ، دہلی میں مہانروان

7 دسمبر 1956 ۔ دادر چوپاٹی میں انتم سنسکار

(قارئین کے علمی اضافے کے لیے dalits@ambedkar.org سے ماخوذ)

ڈاکٹر امبیڈکر کی تصانیف اور دیگر تحریریں و دستاویزات

1. Administration and Finance of the East India Company
2. Ancient Indian Commerce
3. Castes in India; Their Mechanism, Genesis and Development
4. Small Holdings in India and their Remedies
5. Mr. Russell and the reconstruction of Society
6. The Present Problem in Indian Currency – I
7. The Present Problem in Indian Currency – II
8. Review: Currency and Exchange by H.L. Chablani
9. The Evolution of Provincial Finance in British India: A study in the Provincial Decentralisation of Imperial Finance
10. Statement of Evidence to the Royal Commission on Indian Currency
11. Statement of Evidence to the Royal Commission on Indian Currency on 15th December 1925
12. Review: Report of the Taxation Enquiry Committee, 1926
13. Untouchables or the Children of India's Ghetto
14. Essay on Untouchables and Untouchability: Social
15. Essay on Untouchables and Untouchability: Political
16. Essay on Untouchables and Untouchability: Religious

17. Philosophy Of Hinduism
18. India and Pre-requisite of Communism
19. Revolution and Counter-Revolution
20. Buddha or Karl Marx
21. Riddles in Hinduism
22. The Untouchables and the Pax Britannica
23. Manu and the Shudras
24. Lectures on English Constitution
25. Paramountcy and the Claim of the Indian States to be Independent
26. Notes on Acts and Laws
27. Annihilation of Caste
28. Federation versus Freedom
29. Ranade, Gandhi and Jinnah
30. Mr. Gandhi and the Emancipation of the Untouchables
31. Communal Deadlock and a Way to Solve it
32. What Congress and Gandhi have done to the Untouchables
33. Who were the Shudras ?
34. Foreword: Commodity Exchange by P.G. Salve
35. The Problem of Rupee: Its Origin and its Solution
36. History of Indian Currency and Banking
37. States and Minorities: What are their Rights and How to secu
them in the Constitution of Free India
38. Foreword: Social Insurance and India by M.R. Idgunji

39. The Untouchables: Who were they and why they became Untouchables?
40. Maharashtra as a Linguistic Province (Statement submitted to the Linguistic Provinces Commission)
41. Pakistan or the Partition of India
42. Note on the Annexure (Chapter IX: A plea to the foreigner- Additional Chapter in Second Edition of what Congress and Gandhi….)
43. Commercial Relations of India in the Middle Ages or the rise of Islam and the Expansion of Western Europe
44. India on the Eve of the Crown Government
45. Waiting for a Visa: Autobiographical notes
46. The Constitution of British India
47. Notes on Parliamentary Procedure
48. Notes on History of India
49. Preservation of Social Order
50. With the Hindus
51. Frustration
52. The Problem of Political Suppression
53. Which is worse? Slavery or Untouchability
54. Need for Checks and Balances- Article on Linguistic State
55. Thoughts on Linguistic States
56. Buddha and his Dharma

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے آئین ہند کی ڈرافٹنگ میں مرکزی کردار ادا کیا اور ان کو ممتاز قانون داں اور واضع دستور ہند کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ ان کے والد کا نام رام جی مالوجی سکپال اور والدہ کا نام بھیما بائی تھا۔ ان کے والد فوج میں صوبیدار تھے اور کچھ عرصے تک ایک فوجی اسکول میں استاد بھی رہے۔ بھیم راؤ امبیڈکر نے 1907 میں میٹرک پاس کیا اور بڑودہ کے راجہ گائک واڑ کے وظیفے سے انٹر اور بی اے کیا اور راجہ گائک واڑ کے وظیفے سے ہی امریکہ کی کولمبیا یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور 1915 میں ایم اے اور 1917 میں پی ایچ ڈی کی۔ ان کی پی ایچ ڈی کا موضوع: National Development for India A Historical and Analytical Study تھا۔

وہ ایک عظیم سیاسی مفکر، فلسفی اور یکساں انسانی حقوق و مساوات کے علمبردار بھی تھے۔ انھوں نے دلتوں اور پسماندہ طبقات کو انصاف اور برابری کا درجہ دلانے کے لیے تمام عمر جدوجہد کی۔ وہ سماجی آزادی کی عدم موجودگی میں قانون کے ذریعے عطا کی گئی آزادی کو بے معنی سمجھتے تھے۔ اس کتاب کا مقصد ان کی زندگی اور کارناموں پر روشنی ڈالنا ہے۔ یہ کتاب خواجہ عبدالمنتقم نے لکھی ہے وہ وزارت قانون، وزارت اقلیتی امور، ایمٹی یونیورسٹی اور یونین پبلک سروس کمیشن سے مختلف حیثیتوں سے وابستہ رہے ہیں۔ ان کی انگریزی، اردو اور ہندی میں دو درجن سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جو قانون سے متعلق ہیں۔

ISBN: 978-93-5160-164-7
9 789351 601647
NCPUL
New Delhi
₹ 70/-

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی، 33/9،
انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولا، نئی دہلی۔ 110025